U47525 Date- 31-1-13

Title - RUMOOZ - E - HAYAAT (Part-1).

Creator - Dayal Pandit Faqeer Chand Ji Maharaj Faqeer.

Publisher - Babu Munshi Lalji Goyal Govt Contractor Dayal compound (Aligarh).

Date - 1950.

Pages - 80

Subjects -

R.S.

آواگون

عرف

رموزِ حیات

تصنیف لطیف

دیال پنڈت فقیر چند جی مہاراج فقیر

ریلوے منڈی ضلع ہوشیارپور

بار اول   تعداد ۵۰۰   فروری سنہ ۱۹۵۰ء   قیمت ۱۲/

١٥

R.S.

کہہ رہا ہوں کھول کر سرِ خفی ہے بشر میں شانِ ربانی بھی
کاشفِ اسرارِ حق ہیں یہ سطور سمجھو دل سے گر نہ ہو اس میں فتور

(اشتہار)
آواگون کے مسئلہ پر مذہبی غلامانہ ذہنیت سے ایکدم بالاتر سائینٹفک مدلل اور انوکھی کتاب

موسوم بہ
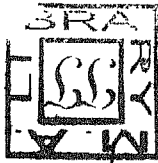
محرک ایڈیٹر بھگوان سنگھ شرما ٹیچر ہائی اسکول ناہری ضلع روہتک

تصنیف حضرت لطیف

دیال پنڈت فقیر چند جی مہاراج وقیر ریلوے منڈی ضلع ہوشیار پور

دعائے خیر

ہے تشریح عجب اور جہاں کبھی نرالا پڑھے جو کوئی اس کا ہو بول بالا

پبلشر

بابو منشی لال جی گوکل گورنمنٹ کنٹریکٹر دیال کمپاونڈ بیچ جا ما جی
نزد بجلی گھر واٹر ورکس روڈ علی گڑھ شہر

٢٦ جنوری ١٩٥٠ء بار اوّل تعداد ٥٠٠ قیمت بارہ آنہ (١٢)

باہتمام بابو لاڈلی موہن ماتھر انڈین پریس کھائی ڈورہ علی گڑھ میں
طبع ہو کر شائع ہوئی

CHECKED-2012 R.S. ۲۵۲۰ T DEC

عرض حال

زندگی میں ایک وہم تھا۔ بھرم تھا۔ خبط تھا۔ کیوں اس دنیا میں آیا۔ کہاں سے آیا اور اس پرپنچ کے عالم شہود میں آنے کی کیا وجہ ہے۔ پرانے سنسکار اور خارجی اثرات غالباً اس کا موجب تھے۔ وقت گذرتا گیا۔ بچپن کی غلط کاری اور بد پرہیزی کی زندگی نے جس کی وجہ آئندہ نتائج سے لاعلمی تھی۔ وہم کو اور بڑھایا۔ صحت میں خرابی آئی۔ جنم مرن کا بھوت گلے کا ہار ہو گیا۔ زندگی حرام کر دی۔ اس خبط سے پیچھا چھڑانے کے لئے مذہبی دنیا کی شرن لی۔ کرم۔ دھرم۔ برت۔ سندھیا وغیرہ سے تعلق پیدا کیا۔ صحت کی درستی کے لئے کہ شاید یہی اضطراب کا باعث ہو حکیموں اور ڈاکٹروں کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ نتیجہ صفر۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ زندگی کے بحر طلاطم خیز میں غوطے کھاتا رہا۔ خیال آیا۔ دنیا میں ایک گروہ ایسے آدمیوں کا بھی ہے۔ جو زندگی کی خوشیوں سے بے نیاز اور اپنے آپ میں مست۔ نہ کوئی ان کا اپنا نہ پرایا۔ مستغنی المزاج۔ بے غم اور آزاد خیال۔ اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے آزردہ وجود انہیں کے سایۂ عاطفت میں شانتی اور سلامتی تلاش کرتے ہیں۔ اس خیال نے سنتوں کے دربار میں باریابی کا موقع دیا۔

حضور پُرنور داتا دیال مہرشی شیوبرت لال جی مہاراج کا دامن پکڑا۔ کچھ اطمینان قلب کی صورت دکھائی دی خفیف اور مبہم سی۔

ان کے چولہ چھوڑنے پر پھر اشانتی کا غلبہ ہوا۔ عالم مایوسی میں ایک روشن کرن نظر آئی۔ عاجزانہ۔ سائلانہ اور مترحمانہ انداز میں ان کے دربار میں حاضر ہوا۔ دست شفقت سر پر رکھا۔ تسلی دی۔ اور مجھ خستہ حال پر رحم و کرم کی بارش کرتے ہوئے

سچائی کے ساتھ گفتگو کی - بھرم کے پردے پھٹنے شروع ہوئے - اور دل کا بوجھ ہلکا ہوتا نظر آیا - تین دفعہ کا ست سنگ محض آداگون پر ہوا - دو تحریری - ایک دو بدو - زبانی کے نوٹ لے لئے گئے - ہر سہ مضامین کو بار بار مطالعہ کے بعد حوالہ فائل کیا - حکم ملا - آداگون کے مضامین کی صاف کاپی برائے اشاعت تیار کر دی جائے - تاکہ مستحق بھائی فائدہ اٹھائیں - تعمیل ارشاد میں مسودہ صاف کر کے حوالہ پریس کر رہا ہوں - امید ہے جو بھائی بار بار بغور مطالعہ کرینگے - ضرور فائدہ حاصل ہوگا - وہ ذات پاک دیال پنڈت فقیر چند جی مہاراج فقیر ہیں - جہاں تک تحریر کا تعلق ہے اس میں بہت کچھ آگیا ہے - جو نہیں آیا ہے وہ انبھو کا مضمون ہے - اور انبھو کے لئے ست سنگ اور سادھن سمپتا شرائط لازمی ہیں - اس تحریر کی غرض ہی یہ ہے کہ خواہشمند اصحاب کے رگ خیال کو حرکت ملے اور وہ سادھن سمپتن اور انبھو سمپتن ہو کر شانتی کو پراپت کریں ۔

ایں دعا از من و از جملہ جہان آمین باد

ونیت - بھگوان سنگھ شرما

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U47525

پہلے اسے پڑھئے

۱۔ یہ کتاب علمی نہیں ہے کہ عبارت آرائی اور حسن بیانی کا لطف آپ کو ملے۔ نہ ہی مذہبی ہے کہ قدیم نوشتہ جات کا اجتماع آپ اس میں تلاش کریں۔ بلکہ یہ ایک سچے سنت کے انبھو کا سچائی کے ساتھ اظہار ہے۔

۲۔ چونکہ ہر سہ مضامین مختلف اوقات میں تحریر ہوئے ہیں اور کافی وقفہ کے بعد۔ اس لئے بعض تشریحات کا مکرر آ جانا ممکنات سے تھا۔ چونکہ وہ ردو بدل کے ساتھ آئی ہیں اور موزونیت اور مناسبت کا پہلو لئے ہوئے ہیں اس لئے کسی قسم کی ترمیم تنسیخ یا ردو بدل سے احتراز کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو قند مکرر کا لطف ملے۔

۳۔ پہلا پرسنگ کچھ مشکل ہو گیا ہے اور وہ آواگون کا اپنے طور پر مکمل خاکہ ہے پڑھنے والے گھبرائیں نہیں۔ مطالعہ جاری رکھیں۔ دوسرے اور تیسرے پرسنگ کی تشریحات مضمون کو قابل فہم بنا دینگی۔ اور دماغی تکان کی تلافی ہو جائیگی۔

۴۔ اگر کسی صاحب کو مزید معلومات کی ضرورت محسوس ہو تو دیال جی سے خط و کتابت کر کے وقت طے کر لیں اور ست سنگ میں حاضر ہو کر معلومات میں اضافہ حاصل کر لیں۔ تحریری کام سے بوجہ دیرینہ سالی دیال جی کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر ان کی دریافت تحقیقاتی نوعیت کی ہو گی تو مناسب جواب دیا جائے گا۔ ورنہ خاموشی اختیار کی جاوے گی۔

۵۔ مضمون لطیف ہے۔ اور بار بار کے بغور مطالعہ سے ہی بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے۔

دیباچہ

(از قلم گوہر رقم دیال پنڈت فقیر چند جی مہاراج فقیر)

پڑھو پڑھو پڑھو۔ گنو کیا لکھا ہے فقیر نے — زندگی کھوئی ہے اپنی تلاش میں اس فقیر نے
ست میرا روپ ہے۔ بانی ہے ست کی میری — ست کا چولہ لیا ہے اس ہمارے فقیر نے
ست گرو سنے کی دایا۔ سچا فقیر بنا دیا — جو سمجھا بھائی میں نے لکھا دیا ہے فقیر نے
عالم نہیں ہوں۔ عامل ہوں میں الفاظ پر نہ جانا — نقل تقلید سیکھی نہیں ہے تیرے فقیر نے
جو سمجھا۔ اپنا لکھا ذاتی انبھو۔ بھگوان سنگھ — ہے یقیں بھرم ٹوٹیں گے اس میری تحریر سے
تیرا انجام یہ ہوگا کہ آواگون میں تو نہ آئیگا — یہ لکھا ہے بھگوان سنگھ تیری تقدیر میں

آواگون کا مسئلہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے بے شمار آدمیوں کو پریشان کر رکھا ہے خاص کر ہندوؤں کے درمیان جس قدر مذاہب یا فلسفہ کی شاخیں قائم ہوئیں۔ اس تعداد کثیر کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہر آچاریہ یا بانی مذہب کے اپنے اپنے خیال کے مطابق آواگون کی تشریح اور اس سے بچنے کی تدابیر و تجاویز مختلف صورتوں میں عوام کے روبرو آئیں۔ اور عام آدمی روچک تعلیم اور طرز بیان کے زیر اثر اُن کو قبول کرتے رہے۔ میں خود مدت تک اسی الجھن میں پھنسا رہا۔

ایک سال ہوا میرے ایک عزیز بھگوان سنگھ نے آواگون کے متعلق مجھ سے اپنے خیالات اور انبھو کے اظہار کے لئے درخواست کی۔ میں نے اس وقت جیسا مناسب سمجھا۔ اپنے خیالات اور انبھو کو ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ظاہر کیا۔ آج اُن کا خط آیا ہے۔ لکھتے ہیں اُس مضمون کو کتابی صورت میں شائع کرانے کے لئے دیباچہ تحریر کر دیں۔ اسی لئے یہ چند سطور حوالۂ قلم کر رہا ہوں۔

دراصل آواگون ہے بھی یا نہیں۔ اور آیا اس سے بچاؤ کی کوئی صورت ہو بھی سکتی ہے یا نہیں۔ یہ ایک لمبا چوڑا مضمون ہے۔ مگر یہ چھوٹی کتاب اس پر کافی حد تک روشنی ڈالتی ہے۔ اب میں پڑھنے والوں کی توجہ پرم گورو نانک دیو جی مہاراج کے ایک کلام کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ انھوں نے فرمایا ہے ؎

پورا ستگورو بھیٹیئے پوری ہووے جُگت
ہسندیاں کھیلندیاں پہنندیاں وچے ہووے مکت

اس کے علاوہ میں ہندوؤں کے دھرم شاستروں کے کلام کی بھی یاد دہانی کرانا چاہتا ہوں۔ کہا ہے ؎

دھیان مولم گورو مورتی۔ پوجا مولم گورو پدم
منتر مولم گورو واکیم ۔ موکش مولم گورو کرپا

سچی بات یہ ہے کہ وید۔ شاستر۔ قرآن۔ انجیل۔ دھرم۔ کرم۔ یوگ جپ۔ تپ۔ ورت اور نیم وغیرہ میں سے کوئی بھی چیز انسان کو آواگون سے نہیں بچا سکتی۔ ہاں نہیں بچا سکتی۔ پھر زوردار الفاظ میں کہونگا ہرگز نہیں بچا سکتی۔ یہ ایک صحیح اور سچی بات ہے۔ میرا مطلب کسی مذہب۔ پنتھ۔ یا سوسائٹی کے خلاف آوازہ کسنے کا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ میں نے اپنی ساری زندگی اسی ادھیڑ بن میں گذاری ہے۔ اور اپنے ذاتی انبھو کی روشنی میں سچائی کے اظہار کے لئے ایسا کہنے کا حوصلہ کر رہا ہوں۔ شاستروں کا تائیدی کلام یا گورو نانک صاحب کی بانی کا حوالہ بھی آپ کے خیال سے دیا گیا ہے۔

مگر اس سچائی کو صرف وہ شخص سمجھ سکتا ہے جس نے اپنے تن من اور چیت کو ٹھہر کر لیا ہے۔ باقی آدمی اس سچائی کو جیوں کا تیوں نہیں سمجھ سکتے۔ اسی لئے مہا پرشوں ریشیوں سنتوں اور مہاتماؤں نے ہر زمانے کے مطابق اور انسان کی پرکرتی اور سمجھ

بوجھ کا موازنہ نہ کرتے ہوئے اپنے انبھو یا خیال کو روچک طرز پر پیش کرنے میں بہتری سمجھی ہے اور مختلف طریقے اور سادھن جاری کر کے انسان میں وہ ملکہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جس سے وہ ساری بات کو گرہن کرنے کے قابل ہو سکے۔ انہیں کی شکلیں مختلف مذاہب کے دھرم کرم اور طرز عبادت ہیں۔ اب میں اپنے اس ذاتی تجربہ یا انبھو کی بنا پر جس سے مجھ کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ اب میرا آواگون نہ ہوگا یا مجھے آواگون کے وہم سے چھٹکارا مل چکا ہے۔ یا جس سے میں آواگون کے خیال کو بھول چکا ہوں کہ آیا آواگون کوئی چیز ہے بھی یا نہیں۔ یہ کہنے کا حوصلہ کرتا ہوں کہ سوائے ستگورو کے اور کوئی ہستی انسان کو آواگون سے نہیں بچا سکتی۔ بھلے ہی کوئی میرے خلاف فتویٰ دے کہ میں مردم پرستی کا حامی ہوں۔ اگرچہ یہ بات نہیں ہے اور جو ایسا سمجھیں گے وہ غلطی کھائیں گے۔ اچھا سنو!

ست گورو نام ہے پورن بویک کا۔ یہ Perfect knowledge of self کا۔ اور یہ ہمیشہ انسان کے اندر پرگٹ ہوتا ہی یہ سچائی ہے۔ لیکن دنیا نہیں سمجھتی ہے۔ جس قدر تخیلات۔ احساسات صورتیں اور شکلیں یا انبھو انسان کے اندر پیدا ہوتے ہیں وہ سب خارجی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لئے جب تک خارجی طور پر نربندھتا۔ آزادی مکتی وغیرہ کے اثرات نہ ملیں گے۔ وہ انسان کے اندر کس طرح پیدا ہوں گے اور نربندھتا مکتی۔ آزادی اور سچائی کے خارجی اثرات ہمیشہ نربندھ۔ مکت۔ آزاد۔ بے غرض اور ست پُرش سے ہی مل سکتے ہیں۔ اور وہی خارجی اثرات انسان کے اندر Develope ہو کر اس کو حق الیقین یا عین الیقین کا درجہ بخشتے ہیں اس لئے باہری پورے اور آزاد پرش یا انسان کامل کی سیوا لازمی شرط ہے۔ یہاں سیوا سے مراد اس کے پاؤں دھونا۔ پرستش کرنا۔ پوجا کرنا۔ معبود بنانا وغیرہ سے نہیں ہے

بلکہ اس کے کلام کو غور اور توجہ سے سُننا۔ سُن کر گُننا اور گُن کر انبھو کرنا۔ یہی اصلی اور سچی گورو سیوا ہے۔ اور یہ ایک ایسا راز ہے جیسے یہ آزاد فقیر پہلی بار کھلے الفاظ میں بغیر کسی ذاتی غرض کے بے خوفی سے اپنے جیسے دیوانوں کے روبرو ظاہر کر رہا ہے۔ آج کل بیراگ کی کمی اور مانسک برہمچریہ کے گر جانے کی وجہ سے لوگوں کی توجہ خواہشات کے چکر میں پھنسی رہتی ہے اور چت کی ورتی میں ٹھہراؤ نہیں آتی۔ اسی لئے عام حالات میں باہری پاک کامل اور نربندھ ہستی کے مل جانے پر بھی انسان کو جلد اس سے پورا فائدہ نہیں پہنچتا۔ کیونکہ انسان اس کے کلام بچن۔ اشارہ اور سنکیت کو چنچل من ہونے کی وجہ سے گرہن نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آواگون سے نجات کے خواہش مندوں کو ابتدا میں چت کی یکسوئی کا سادھن بتلایا جاتا ہے جس کا سہل طریقہ پہلے اجپا جاپ اور پھر سُرت شبد یوگ ہے۔ ٹھہراؤ کو حاصل کرنے کے بعد پھر انسان کو باہری نربندھ اور ست پُرش کے کلام یا بچن سے سچے ست گورو یا پورن بویک کی پراپتی ہو جاتی ہے۔ اور وہ ست گورو یا پورن بویک یا گیان جو کہ انسان کے اندر باہری بے غرض، نربندھ اور آزاد پُرش کے خارجی اثرات اور کلام سے پرگٹ ہوا ہے۔ انسان کو آواگون کے چکر سے رہائی دلاتا ہے اور اسی جیون میں خود انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ آواگون سے بچ گیا ہے بلکہ آواگون کا وہم ہی اُس کے اندر سے جاتا رہتا ہے۔

اسی گیان۔ انبھو۔ پورن بویک یا گورو کے حاصل ہو جانے کے بعد آواگون کا ناش ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ پھر انسان اپنے کو برہمہ خدا وغیرہ تصور کرنے لگتا ہے یا وہ انا الحق اور اہم برہم کی صدا بلند کرتا پھرتا ہے بلکہ گیان یا انبھو نام ہے اس سار سمجھ کا جس کے ذریعہ انسان محسوس کرتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ کون ہے اور اس پر پنچ یا رچنا کی علت نمائی کیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ ہر

پڑھنے والا سوال کر سکتا ہے کہ پھر وہ کیا ہو جاتا ہے۔ میں کیا جواب دوں۔ افسوس ہے کہ اس کی حالت کے اظہار کے لئے نہ لفظ ملتے ہیں نہ زبان یاری کرتی ہے۔ خیر اشارہ کئے دیتا ہوں ؎

جب گیان ملا تب میں نہ رہی — اور میں کے سنگ میں تو بھی گیا
جب ایسی حالت پراپت ہوئی — سوچو پھر آواگون کس کو ہوا

تم سوال کرو گے۔ کیا وہ مر جاتا ہے۔ ہرگز نہیں جسم۔ دل اور روح موجود ہیں۔ بلکہ اس کی سمجھ میں تبدیلی آجاتی ہے۔ آؤ لگے ہاتھ ایک نربندھ پُرش کا کلام سن لو شائد کچھ سمجھ جاؤ ؎

گوروں نے دیکھا اب بھید اگم کا — سُرت چلی نج دیش بھرم کا
بل پایا اب برہ مرم کا — بھٹکن چھوٹا دیر و حرم کا
برسن لاگا میگھ کرم کا — سنشے بھاگا جنم مرن کا
توڑ دیا اب جال نگم کا — سکھ پایا اب ہم دم دم کا
پھل پایا آج ہم سم دم کا — بھنور ہوا من سیت پدم کا
پھونک دیا گھر لاج شرم کا — کاٹا پھند انیم دھرم کا
گیان دھیان یا چک ہم چھوڑا — بھگتی بھاؤ کا پہنا جوڑا
بھگتی بھاؤ کی مہما بھاری — جانینگے کوئی سنت پکاری
ست نام ست پُرش اپارا — چوتھے ماہیں کریں دربارا
سُرت شبد مارگ کوئی پاوے — سو ہنسا چڑھ لوک سدھاوے
سو مارگ اب رادھا سوامی گائی — کوئی کوئی پریم بھگتی سے پائی

(ست پُرش رادھاسوامی دیال)

سوال کیا جا سکتا ہے کہ جو انسان تاحال آواگون کے وہم میں نہیں آیا۔ یا جو

آواگون کی اہمیت کو محسوس نہیں کر رہا ہے۔ اس کے لئے آواگون یا جنم مرن ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق میرا جواب قانونِ قدرت کے اس اصول کے مطابق ہے جس کو میں نے موجودہ زمانے کے سائنٹیفک ڈھنگ پر سمجھا ہے۔ اور وہ یہ کہ اگرچہ ایسا آدمی ابھی تک آواگون کے وہم میں نہیں آیا لیکن محض اس ناواقفیت کی بنا پر وہ آواگون سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ اس کی توجہ کے اندر کسی نہ کسی قسم کا اہنکار موجود ہے اور یہ اصولی۔ صحیح اور انبھو میں آئی ہوئی بات ہے کہ جب تک کوئی انسان کسی نہ کسی قسم کا اہنکار اپنے اندر رکھتا ہے وہ آواگون میں ہے۔ واضح طور پر کہا جائے گا۔ کہ جب تک انسان کے اندر اسکی عقل کسی بات کا یقین یا نسچے رکھتی ہے اور اس یقین کا اہنکار رکھتی ہے۔ وہ آنے جانے کے چکر سے علیحدہ نہیں رہ سکتا چونکہ پورن بوپک ہونے پر انسان کے تمام یقین۔ ایمان۔ دھرم ختم ہو جاتے ہیں اور انسان کی زندگی اپنی فردیت یا بقول گورونانک صاحب اپنی ہتوں کو کھو دیتی ہے۔ اس لئے آواگون کا کوئی سوال ہی باقی نہیں رہ جاتا۔ سچ کہوں تو دنیا مارنے کو دوڑتی ہے۔ مگر ڈر کس کا۔ کیے بنا رہا نہیں جاتا۔

سنو اے محققِ راز (بھگوان سنگھ) یا کوئی اور صاحب جن کے لئے یہ تحریر شائع کی جا رہی ہے۔ ان کے لئے یہ فقیر نربندھ ہوتا ہوا بندھن کی دنیا میں آکر اور میں تو کے الفاظ استعمال کرنے کے لئے مجبور ہو کر اپنا انبھو سُنا رہا ہے۔

جب تک کوئی انسان ظاہرا خدا پرست۔ ایشور پرست یا کسی دوسرے وجود کا اُپاسک ہے۔ یا کسی نشان یا کتاب مثلاً وید۔ گرنتھ یا پُران کا اہنکاری ہے یا اپنے آپ کو ہندو۔ مسلمان۔ پنتھائی یا سنت ہونے کے خیال سے باندھے ہوئے ہے اُس کا پورے طور پر آواگون سے بچنا ناممکن ہے۔ ہاں جو نربندھ ہے

آزاد ہے۔ کسی کے کھنڈن منڈن سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ اپنی جگہ پر باہوش رہتا ہوا قدرتی طور پر کرم کرتا ہے صرف وہ پُرش آواگون سے آزاد ہے۔ شاید کوئی پڑھنے والا سوال کرے کہ ایسے مکت پُرش کا جیون کس طرح گذرتا ہے اس کا کیا جواب دوں۔ پھر بھی اشارتاً کچھ کہتا ہوں ؎

جان بوجھ انجان بن رہتا اس دنیا میں وہ
طاقتیں سب موجود ہیں بے طاقتی سے رہتا ہے وہ
گرچہ بے ہوش ہے مگر بے ہوشی میں ہے ہشیار وہ
زندہ ہے مگر زندگی کی خواری سے پار ہے وہ

یہ نہیں کہ وہ کرم نہیں کرتا۔ بلکہ وہ بہت کام کر جاتا ہے۔ مگر اس کا کام ذاتی غرض سے پاک اور نشکام ہوتا ہے وہ سچا انسان ہوتا ہے جو نہ ہندو ہوتا ہے نہ مسلمان نہ باایمان نہ بے ایمان۔ پھر وہ کیا ہوتا ہے افسوس کہ الفاظ نہیں ملتے جو ایسے پرش کی تعریف کر سکوں۔ اشارہ کر دیا۔

اس لئے آواگون سے بچنے کے لئے ستگورو (پورن بویک) کا آسرا لینا ضروری ہے۔ اور پورن بویک کے لئے تن من چت۔ بدھی اور اہنکار کو پوتر کرنا لازمی۔ اس پوترتائی کے پراپت کر لینے پر کسی مکت پرش کے ست سنگ کی ضرورت ہے۔ وہ راز دیگا۔ اور راز کے سمجھ لینے کے بعد آواگون کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ خیالات جو اس کتاب میں ظاہر کئے گئے ہیں صرف سماہت چت والے انسان کے لئے مفید ہوں گے۔

ست پرش پورن بویک گھٹ گھٹ کے باسی داتا دیال آشیرواد دیں کہ جو کوئی شردھا اور پریم سے اس کتاب کو پڑھے اس کے اندر پورن بویک پیدا ہو۔ اور اُس کے توہمات دور ہو کر وہ سچی زندگی کا وارث بنے۔

سچّی زندگی

نثر میں لکھتا ہوں تو طبیعت نظم میں آتی　　نظم کی دائرہ بندی مجھے ہرگز نہیں آتی
ہوئی مشکل کروں اظہار کیسے سچّی زندگی کا　　معمہ حل نہیں ہوتا طبیعت چین نہیں پاتی
سنو سنو اے سننے والو آپ بیتی کو بتاتا ہوں　　جو سمجھا سمجھ میں آیا وہ صاف کرجتاتا ہوں

یہ انسان کی ہستی ایک قسم کی حس ہے۔ جو عناصر کے میل سے بنی ہے۔ جس جس قسم کی پرکرتی سے موج نے انسان کے ستھول سوکشم اور کارن شریر کو بنایا ہے، ویسے ویسے ہی احساسات ہستی کا ظہور ہر وجود سے ہو رہا ہے۔ اور وہی ہر وجود کی حرکت کا سبب ہے۔ جب تموّج کے سلسلہ میں جسم ٹوٹینگے۔ تو اس وقت میں بھی ختم ہو جائیگی۔ باقی کیا رہے گا۔

ذات۔ ذات۔ ذات ہے
یہ ہے مترو سچّی بات۔ بات ہے
ذات میں تموّج ہے اور بنتے وجود یہاں　　وجودوں میں بنتی زندگی جو ہے کھیلتی یہاں
دراصل ایک ہی جوہر اصلی ہے یہاں
جس کا نہ کوئی نام نہ ہی کوئی ذات ہے۔ ذات۔ ذات......
جیسی موج قدرت کی کھلا رہی ہے کھیل یہاں　　کھیل میں ہے کھیل ہوتا اور ہے کیا یہاں
سمجھ کر کے بھید یہ مٹ گیا اُتپات ہے
ذات۔ ذات۔ ذات ہے
یہ ہے راز یہ ہے گیان سمجھ میں جب آگیا　　فقیر نے فقیری چھوڑی خاموشی میں آگیا
تجربہ اپنا یہ آپ کو دکھیات ہے
ذات۔ ذات۔ ذات ہے

اس لیئے اے دوستو جب تک جسم ۔ دل اور روح کا میل ہے کھیل ہے ۔ پھر کیا ہے

ذات ۔ ذات ۔ ذات ۔ ذات ہے

اور اسی کا نام آواگون سے نجات ہے

(دیال) فقیر

۱۸ ریلوے منڈی ہوشیارپور

پہلا پرسنگ

بصورت مکتوب بنام ایڈیٹر　　ماہ ستمبر وسط ۱۹۴۳ء　　از فیروزپور سٹی

پیارے بھگوان سنگھ !　　　رادھا سوامی

تم مدت سے مُصر ہو کہ آواگون کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں ۔ اچھا سُنو ۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ آواگون ہے ۔ غالباً تمہارا جواب یہ ہوگا کہ اہل ہنود کی دھارمک کتابیں ایسا کہتی ہیں کہ چوراسی کا چکر ہے اور انسان اپنے کرموں کے انوسار یونی میں آتا جاتا ہے ۔ اچھا ٹھیک ہے ۔ میں دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا موجودہ زمانے کے سنت یا مذاہب کے واقف کار اور انجھوی پرش یہ بتلا سکتے ہیں کہ وہ پچھلے جنموں میں کیا تھے اور آگے کیا ہوں گے ۔ افسوس اس بات کا ہے کہ کوئی انسان سچائی کے ساتھ گفتگو نہیں کرتا سب ٹیکی بنے ہوئے ہیں اور خارجی سنسکاروں اور مطالعہ کی بنا پر ایسا ماننے کے لیئے مجبور ہیں اور آہستہ آہستہ جب یقین کی ٹیک ہو جاتی ہے تو وہ سنسکار

یا خیال اتنا پھیلتا ہے کہ اس سے باہر نکلنا مشکل ہو جاتا ہے۔
ایک دفعہ جبکہ میں بغداد میں تھا۔ میں نے حالت مستی یا خیال کے گھیرن کی حالت میں اپنے دس جنموں کا حال تحریر کر کے والد صاحب کو بھیجا تھا۔ لیکن بعد میں تجربہ سچائی نے ثابت کیا کہ انسان کے اندر جو کبھی تخیلات پیدا ہوتے ہیں یا وہ جو کچھ سوچتا اور انبھو کرتا ہے اس کا اصلی سبب خارجی اثرات ہوتے ہیں۔ یعنی جس قسم کے خارجی اثرات انسان کی ذات پر باہر سے دیکھ کر۔ سن کر۔ پڑھ کر۔ چھو کر پڑتے ہیں اسی قسم کے تخیلات اور احساسات اس کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس کی تحریر اور تقریر سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے ہی تخیل میں غرق ہو کر جس قسم کے احساسات پیدا کرتا رہتا ہے۔ انھیں کا انبھو بھی کرتا رہتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر آپ اس بات پر غور سے وچار کریں تو ضرور اتفاق کریں گے اس لئے میں بحیثیت ایک سچائی پسند انسان یہ کہنے کا دعوے نہیں کرتا کہ آیا آواگون ہوتا ہے یا نہیں۔ مگر یہ جواب کافی نہیں ہوگا۔ اور نہ اس سے آپ کی تسلی ہی ہوگی۔ در اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان سچائی مجسم نہیں بنتا محرم راز کبھی نہیں ہوتا۔ کہا ہے "ساچ برابر تپ نہیں جھوٹ برابر پاپ ۔ جاکے ہردے ساچ ہے تاکے ہردے آپ" ۔ سچائی سے مراد یہاں صرف سچ بولنا ہی نہیں ہے۔ بلکہ میرا مطلب ذاتی انبھو سے ہے۔ جس بات کو اپنے ہردے کی آنکھ نہ مانے اس کا یقین کرنا یا اس کے برخلاف صدا بلند کرنا حمق اور نادانی ہے۔

اس لئے میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو آواگون کی موجودگی اور اسی سے بچنے کا خیال کیوں پیدا ہوا۔ کیا کوئی ثبوت آپ کے پاس ہے۔ یا آواگون کے نہ ہونے کا کوئی ثبوت ہے۔ وچار کر دیکھو۔ آپ جو کچھ بھی کہیں گے وہ

محض سُنی سُنائی یا کتابوں میں پڑھی ہوئی باتیں ہونگی۔ اور اس سطحی یقین کے سہارے سے آپ گفتگو کر سکیں گے۔

میں سنت ہوں۔ گورو مکھ ہوں۔ داتا دیال نے حضور معلےٰ ومقدس نے بہ آواز بلند فرمایا ہے

جب لگ دیکھو نہ اپنے نینا تب لگ مانو نہ گورو کے بینا

جب تک اپنے اندرونی انبھو کی درشٹی سے کسی بات کی سمجھ نہ آئے اس کو ماننا یا یقین کرنا میرا یا کسی بھی سچائی پسند انسان کا شیوہ نہیں ہونا چاہیئے۔ آپ خیال کریں گے کہ میں نے تو لٹیا ہی ڈبو دی۔ کہ نہ آواگون کا اقرار ہے اور نہ انکار۔ ایسا کیوں ہوا۔ یا میں نے ایسا کیوں کہا۔ اس کا جواب سوامی جی مہاراج کی زبانی سنو ؎

گورو نے دینھا اب بھید اگم کا نرت چلی تج دلیش بھرم کا

یہ شبد دیباچہ میں درج ہے ایک بار پھر غور سے پڑھو۔

یہ بھید راز تھا۔ بھید تھا۔ داتا دیال نے دیا کی۔ آواگون کا وہم دل سے [illegible] کی طرح مٹ گیا۔ آہا بھگوان شکر۔ الفاظ نہیں ملتے بانی یا را نہیں دیتی جو اپنے انبھو کو ظاہر کروں۔ میں خود کرو ڑہا قسم کے توہمات میں پھنسا ہوا تھا۔ اب داتا دیال کی دیا سے بدھی نشچہ آتمک ہو گئی ہے۔ نہ کوئی وہم ستاتا ہے نہ بھرم تکلیف دیتا ہے۔ زندگی ایک خاص شان سے گذرتی ہے۔ اور ہستی اپنی شان میں اس سنسار کا کھیل دیکھ رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ آپکو بھی یہ حالت نصیب ہو۔

اچھا اب میں جو کچھ تحریر کرتا ہوں۔ اسے غور سے بار بار پڑھو۔ سوچو اور خود کسی نتیجے پر پہنچو۔ اگر دوسروں کی رائے یا کلام کے ماتحت رہو گے تو عالم اور زبان دراز تو بیشک بن جاؤ گے۔ محرم راز نہ بنو گے نہ توہمات اور وسوسات سے چھٹکارا ملے گا۔ آپ آپ کو آپ پہچانو کہا اور کا نیک نہ مانو

جب تک انسان اپنے آپ کو نہ پہچانے اور آواگون یا دوسرے اسی قسم کے توہمات انسان کے نہیں جاتے۔ نہیں جاتے۔ ہاں نہیں جاتے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو جانو اور پہچانو۔ اور یہ جاننا ابنھو سے ہو گا۔

ہم کون ہیں؟ یا انسان کیا ہے؟

ہم کون ہیں یا انسان کیا ہے؟ اس بات کا اظہار کرنا بیحد مشکل ہے اس کے اظہار کے لئے جو بھی الفاظ استعمال کئے جائیں گے وہ غیر واضح اور ناکافی ثابت ہوں گے۔ ہزار ہا ورق لکھنے پر بھی صاف صاف اظہار نہیں ہو سکتا۔ ہم کون ہیں اور کیا ہیں؟ اس کا اظہار ہماری ذات سے ہر وقت ہوتا رہتا ہے۔ وہ اظہار کیسے ہوتا ہے۔ سنو۔ ہم ہیں جو ہمارا ہے پنا ہے وہ ہماری ہستی کے کھیل میں ہر وقت کھیلتا رہتا ہے۔ ہم ہیں اور ہمارے ساتھ ہمارا ہے پنا موجود ہے۔ ہمارا ہے پنا کال اور ہم دیال ہیں۔ ہمارا ہے پنا صفات اور ہم ذات ہیں۔ یا یوں سمجھو کہ ایک ہی ہستی نے دو صورتیں اختیار کی ہوئی ہیں۔

ہمارا اپنی ذات یا دیال یا اکال کو بھول کر ہمہ تن اپنی صفات یا ہے پنے میں غرق یا محو ہو کر کھیلنا اگرچہ آنند دینے والا ہے۔ مگر صفات میں چونکہ وقت وقت پر تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اس سے آنند کے ساتھ بے آنندی خوشی کے ساتھ رنج اور بے فکری کے ساتھ فکر کا دور بھی آتے رہنا لازمی ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ ہماری ذات اپنی صفات میں محو رہ کر ہمیشہ آنند یا خوشی ہی حاصل کرتی رہے ایک احساس کے تجربہ کے بعد اگر اس کو چھوڑا نہ جائے گا تو خوشی۔ آنند یا سکھ کا قائم رہنا محال ہے۔ یہی احساسات کا کھیل سچا آواگون ہے۔ نیز یہ صفات بھی اپنا وجود رکھتی ہیں۔ کوئی صفت ایسی نہیں ہے جو وجود سے خالی ہو۔ ہر خیال ہر ایک قسم کا احساس شکل اور رنگ رکھتا ہوا جگہ گھیرتا ہے۔ منڈل بناتا ہے۔

ہر ایک قسم کی صفت یا احساس کا ایک خاص بھنڈار یا سرچشمہ ہوتا ہے۔ اور وہاں سے اس کو ہر وقت طاقت ملتی رہتی ہے۔ اور جب کسی صفت کی اپنی ہستی ختم ہو جاتی ہے تو وہ اپنے اصل بھنڈارہ میں مل جاتی ہے۔ جملہ صفات یا احساسات کا سرچشمہ خواہ وہ ستھول ہوں۔ سوکشم یا کارن ہستی یا پر کرتی ہے۔ تموّج ہستی کے سلسلہ میں جس قسم کا وجود بنتا ہے۔ اسی قسم کے احساسات پیدا ہو ہو کر اس وجود میں کھیل کھیلتے ہیں یا یوں سمجھو کہ ذات خود اپنے ہی احساسات میں جو اس سے بر آمد ہوئے ہیں کھیلتی رہتی ہے۔

ہم یا ہماری ذات اپنی خوشی سے۔ اپنی موج سے۔ کھیلنے کے خیال سے تموّج میں آئی کھیلی۔ خود ہی اپنے تخیّل سے قید و بند کا سلسلہ پیدا کیا۔ اور خود ہی گھبرا کر اُس سے بچنے کی تدبیر سوچنے کے لئے مجبور ہوتی ہے۔ قید و بند بھی ایک کھیل ہے۔ اور اس سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنا بھی ایک کھیل ہے۔ صرف ایک انسانی وجود ہی مکمّل کڑی ہے۔ جہاں سے واپسی کا خیال ملتا ہے۔ کیونکہ انسانی وجود کے اندر ہستی کی مکمّل شان موجود ہے۔ اور ہماری ذات ہر ایک قسم کے احساسات کا تجربہ کر سکتی ہے۔ اسی وجہ سے بزرگوں نے کہا ہے:۔

مانش تن سُر کو بھی دُر لبھ ہے

موج کے زیر اثر یا تموّج ہستی کے زیر اثر احساسات خود بخود پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ساتھ ہی ناش کو پراپت ہوتے رہتے ہیں۔ اور ہر ایک وجود اپنے احساسات کا تماشا دکھاتا رہتا ہے۔

چونکہ احساسات پیدا ہو ہو کر ناش کو پراپت ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ محال ہے کہ ہم یا ہماری ذات اپنے پچھلے احساسات کی یاد قائم رکھ سکے۔ کہ ہم کون تھے۔ کہاں تھے اور کیا کیا کرم کئے تھے۔ ہاں ان پچھلے احساسات کا حس یا انجھو

رہ جاتا ہے۔ اور اسی حس یا انچھو کے زیر اثر انسان خاص طبیعت لے کر پیدا ہوتا اور کام کرنے لگ جاتا ہے۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ جنم مرن ہے۔ مگر وہ کیا ہے۔ احساسات ہستی کا کھیل جب ہستی کے اندر احساسات کا تجربہ پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اور وہ کھیلنے سے اُکتا جاتی ہے۔ بے آس پنا یا بے خواہشی یا اُداسی کا دور آجاتا ہے۔ اصلی نجات یا مکتی یا موکش یا واپسی صرف مکمل بے خواہشی میں ہے۔

جس طرح خارجی سنسکاروں سے انسان کے اندر خواہشات پیدا ہوتی ہیں اسی طرح بے خواہشی کے خارجی سنسکاروں سے بے خواہشی بھی آنے لگتی ہے۔ اگرچہ احساسات یہ بھی ہیں مگر یہ احساسات واپسی کے ہیں سنتوں کا سنسکار اُنکی صحبت۔ تعلیم اور رہنمائی واپسی کے لئے ہوتی ہے۔ یہ نیورتی مارگ ہے۔ اور وہ بھی صرف خاص خاص آدمیوں کے لئے ہوتی ہے۔ سب کے لئے نہیں۔

ایک دفعہ انسانی وجود اختیار کر لینے کے بعد پھر ذات انسانی وجود میں ہی آئے گی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ کتا۔ بلی یا کسی دوسرے وجود کو اختیار کرے۔ کیونکہ جو سنسکار اُس کو حاصل ہوں گے وہ انسانی ہوں گے اور انسانی وجود میں ہی اُنکا کھیل ممکن ہوسکیگا۔ اس لئے وہ دوسرے وجودوں کو اختیار نہیں کرے گی۔ ہاں اگر کسی نے سنسکار ہی ایسے لئے جن کا تعلق دوسرے وجودوں سے ہے یا خواہش دوسرے وجود کی زبردست ہوئی تو دوسرے وجود میں چلا جانا بھی ممکن ہوسکتا ہے۔

ممکن ہے کوئی پڑھنے والا سوال کرے کہ ذات یا ہم یا تم کیوں اس قید و بند میں پھنسے۔ ابتدا میں تو پھنساؤ کی صورت نہ ہوگی۔ اس کا جواب صرف یہ ہے کہ ہم میں کھیلنے یا ظہور میں آنے کی قدرتی تمنا پیدا ہوئی اور ہم آگئے۔ یہ دنیا۔ زمین۔ آسمان

سورج ۔ چاند ۔ ستارے ۔ لوک ۔ لوکا نتر ہماری ذات نے کھیلنے کے لئے بنائے اور کھیلے ۔ جب اکتا گئے چھوڑ دیا ۔ نہ ہم پیدا ہوئے نہ ہم کو موت ہے ۔ نہ ہماری کوئی مثال ہے ۔ ہم لاثانی ہیں ۔ یہاں ہم سے مراد ذات سے ہے ۔ نہ کہ احساسات سے ۔ طرزِ بیان میں مجبوری ہے ۔ کہ ہم اپنی ذات کو ہم کہیں یا تو کہیں ۔ جب تک ہم وجود اختیار کر رہے ہیں جزو کہلاتے ہیں ۔ انش ہیں ۔ مگر جب احساسات سے آزاد ہو جاتے ہیں ہم آپ لاثانی ۔ لامکانی اور لازمانی ہو جاتے ہیں ۔

ذات کا یا ذات کی انش کا احساسات میں آنا یا کھیلنا اور اپنے آپ کو بھول جانا ہی آواگون ہے ۔ ہم یا ہماری ذات یا ذات کی انش معلوم نہیں کتنے عرصے سے اپنے احساسات میں جو در اصل اُس کی اپنی ہی صفات ہیں اور اسی سے نکلی ہیں پھنسی ہوئی ہے ۔ اور جب تک یہ اپنے احساسات کی طرف سے لاپرواہ یا اُداسین نہیں ہوتی ۔ خارجی اثرات کے زیرِ اثر چھٹکارا نہیں ملتا اور مختلف یونیوں یا حالتوں میں اسے گھومنا پڑتا ہے ۔ اس دور کے چلتے رہنے سے جب اُداسی آنے لگتی ہے تب ہستی ذات یا اپنے اصل کی طرف راغب ہوتی ہے کہ اُس سے چھٹکارا حاصل کرے ۔ اس وقت موزوں سے کسی سچے سنت کا درشن ہو کر وہاں سے نِروِرتی مارگ یا واپسی کا سنسکار ملتا ہے اور اُس سنسکار کی وجہ سے انسان میں بے خواہشی آنے لگتی ہے ۔ جوں جوں انسان بے خواہش ہوتا جاتا ہے ۔ خارجی اثرات کا اثر بھی اُس پر کم ہونے لگتا ہے اور واپسی یا رُستگاری کی صورت نکل آتی ہے ۔

ترکِ دنیا ۔ ترکِ عقبےٰ ۔ ترکِ مولےٰ ۔ ترکِ ترک

چونکہ میرا حسِ باطن لطیف بن چکا ہے ۔ اس لئے انہوں کے احساسات کو ظاہر کرنے کے لئے بہت لطیف خیال زبان سے برآمد ہوتے ہیں ۔ اسلئے معمولی دل دماغ کا آدمی میرے مفہوم کو بخوبی نہیں سمجھ سکتا ۔ تاہم کوشش کرو کہ بات سمجھ میں آجائے ۔

ممکن ہے تمہارا مطلب آواگون سے یہ ہو کہ آیا سچ مچ ہم یونیاں تبدیل کرتے رہتے ہیں۔ اس کا جواب صرف انبھوی پُرش ہی دے سکتا ہے اور انبھوی انسان ہی سمجھ سکتا ہے۔ ہماری جسمانی پیدائش بیرج سے ہوتی ہے۔ بیرج باپ کے دماغ یں یا خوراک سے بنتا ہے۔ خوراک میں اصلی طاقت گرمی (جو سورج سے آتی ہے) کی ہوتی ہے۔ لہذا ظاہر ہوا کہ ہماری ہستی دراصل اگنی روپ ہے جس کے اوپر مادی غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ چونکہ موجودہ زمانے کی سائنس (Science) نے ثابت کیا ہے۔ کہ گرمی یا حرارت بذات خود کوئی مفرد چیز نہیں ہے بلکہ بجلی کی طرح اشیاء کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے ظاہر ہوتا ہے کہ سورج سے بھی اوپر یا لطیف کوئی ایسی شے ہے جس سے یہ سورج پیدا ہوا ہے۔ وہ کیا شے ہے۔ اگر میں اُسے آکاش تتو کہوں تو بے جا نہ ہو گا۔ ہم یا ہمارا چیتن پنا یا ہے پنا دراصل اس پرکرتی۔ آکاش۔ اگنی۔ وایو اور جل وغیرہ کے میل کا نتیجہ ہے اور جس شے سے یہ پرکرتی پیدا ہو ہو کر یا پرگٹ ہو کر اپنا کھیل کرتی ہے۔ وہ ہماری ذات ہے۔ ہمارا ہے پنا نتیجہ ہے۔ اس پرکرتی کا خواہ وہ کارن ہو۔ سوکشم ہو یا استھول۔ اور اس پرکرتی کے کارن۔ سوکشم اور استھول وجود کے ٹوٹ جانے پر یہ غائب ہو جاتی ہے۔ پھر نہ ہم رہتے ہیں نہ ہمارا احساس۔ جو کچھ باقی رہ جاتا ہے وہ اکہہ۔ اپار۔ اگادھ۔ انامی ہے۔ یہی بات سوامی جی مہاراج نے کہی ہے۔

اس لئے میں انبھو سے محسوس کرتا ہوں کہ آواگون ہے۔ ہر وجود جو بنا ہے ضرور ٹوٹے گا۔ پرکرتی خواہ کارن ہو۔ سوکشم یا استھول جو وجود بناتی ہے۔ ایک وقت اس نے ضرور ٹوٹنا ہے۔ اور وجود کا ٹوٹ جانا ہی موکش یا آواگون سے نجات ہے۔

سوال کیا جائے گا کہ جب ہر ایک کی موکش ہو گئی تو پھر سنسار یا رچنا نہ رہیگی۔

سنو۔ اس پرکرتی میں سوبھاوک طور پر رچنا ہوتی رہتی ہے اور مختلف کیندر اور وجود بنتے رہتے ہیں۔ اور ٹوٹتے رہتے ہیں۔ کموتّج کے سلسلہ میں پیدائشی کا پڑاہ خواہ وہ استھول پرکرتی کا نتیجہ ہو۔ سوکشم کا یا کارن کا برابر جاری رہتا ہے۔ روحیں یا احساسات وجودوں میں پرگٹ ہو ہو کر ناش ہوتے رہتے ہیں۔ بندھ اور موکش کا تعلق ہمارے ہے پنے یا فردیت کے لحاظ سے ہے۔ کلیت میں یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ مالک کی سرشٹی میں نہ کہیں بندھ ہے نہ موکش۔ یہ وجودی درشٹی کی پیداوار ہے۔ جب تک ہماری نظر اسارا انبھو۔ سار گیان یار ازحق سے شناشا ہو جاتی ہے۔ تو ہمارے لئے آواگون ختم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دراصل آواگون کا احساس اس جس کو ہوتا ہے۔ جو کارن پرکرتی کی گانٹھ یا کیندر یا وجود کے بننے اُس وجود میں پیدا ہوتی ہے۔ رادھاسوامی مت کی تعلیم اتنی لطیف اور اونچی ہے۔ کہ ہر کس وناکس کی گم وہاں تک ہونی مشکل ہے۔ مزید وضاحت کے طالب مطالعہ کریں۔ میرا ایک مضمون جو بہ عنوان مہرشی جی کا جواب ٹھیک ہے رسالہ ساری دنیا ماہ دسمبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا تھا۔ داتا دیال فرمایا کرتے تھے:۔

R.S. faith is the last Evolution of thoughts.

اپنی سمجھ اور انبھو کی بنا پر آواگون کے مسئلہ پر روشنی ڈالنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ مگر یاد رکھو بات چیت جو کچھ بھی ہوتی ہے احساسات کے طبقہ میں ہوتی ہے جس نے اپنا انبھو پیش کیا ہے وہ بھی اور وچار نے اور پڑھنے والا بھی دونوں احساسات کے طبقہ میں ہیں۔ جہاں احساسات کا خاتمہ ہو جاتا ہے وہاں نہ آواگون ہے نہ کچھ اور۔ پھر وہ کیا ہے۔ انام۔ اکال۔ امایا۔ ذات۔ خاموشی۔ گونگے کا گڑ۔ وہاں کا انبھو کر کے رادھاسوامی دیال نے ایک شبد کہا ہے۔ غور سے پڑھو ؎

جب ہماری نظر [illegible]

ارے من دیکھ کہاں سنسار — جھوٹے بھرم ہوا بیمار
بھرے تیرے من میں سبھی وکار — جتن سے اُن کو دور نکار
ہوئے پھر جھوٹا جگت اسار — گہو پھر گورو کے چرن ہمار
ملے شبد ان سے نام اپار — دیکھ پھر گھٹ میں گوش دوار
چلو پھر شبد وچار وچار — پاؤ اک شبد سار کا سار
پڑے کیوں بھٹکو نین دوار — جھانک تل کھڑکی آتم دیار
گورو سے لینا جگتی یار — گورو بن نہیں کھلے یہ دوار
کما جگتی تم کر پیار — لگا سُرت سہج من مار
چلے پھر سورت دُھن کی لار — چوئے جہاں پل پل امرت دھار
نام رس پیو رہو ہشیار — بدھ اور سدھ رہیں تیرے دوار
کرومت اُن کو انگی کار — وہاں سے آگے دھرو پیار
چلو اور دیکھو گھٹ کا سار — پہنچنا رادھا سوامی کے دربار

داتا دیال فرمایا کرتے تھے - سنسار درشٹی سرشٹی یا دید یہ دید کا نظارہ ہے - یہ بالکل ٹھیک ہے - اس لئے جو انسان اپنی درشٹی یا خیال کی وجہ سے استھانت ہو - بھرم میں ہو - وہ اپنی ذات اکال - انام - اناما یا مالک کل کی طرف توجہ دے اور برابر دیتا رہے - اس ابھیاس سے اُس کا بھرم - وہم یا موجودہ درشٹی کا نظارہ ختم ہو جائے گا - کیا آواگون کے متعلق کوئی اور بھی سوال کرنا باقی ہے -

چونکہ تم نے بار بار لکھا اور مکمل وضاحت چاہی اس لئے کچھ اور لکھتا ہوں - ممکن ہے کوئی پڑھنے والا سوال کرے کہ توجہ یا روح کا آنا کس طرح ہوتا ہے اور یہ کس طرح مختلف چولے یا وجود لیتی ہے - جواب اس کا بھی دیا

جاسکتا ہے مگر ذاتی انبھو کے بنا بات سمجھ میں آنی مشکل ہے۔ تاہم میں اپنا انبھو
تحریر کرتا ہوں۔

اس رچنا میں ہر جگہ پرکرتی کی مختلف شکتیوں کے منڈل یا بھنڈار ہیں۔
مثلاً حرارت یا گرمی کا بھنڈار سورج۔ پانی کا بھنڈار سمندر۔ ہوا کا بھنڈار کرہ
ہوائی وغیرہ وغیرہ۔ یہ آگ۔ پانی۔ مٹی وغیرہ استھول تتو ہیں۔ اسی طرح سوکشم
اور کارن پرکرتی میں بھی مختلف شکتیوں کے منڈل یا بھنڈار ہیں۔ شاستر کاروں
نے لوگوں کو سمجھانے بجھانے کے لئے ستھول پرکرتی کے منڈلوں کی مجموعی صورت
کا نام ویراٹ پرش۔ ایشور یا خدا رکھا ہوا ہے۔ اسی طرح سوکشم پرکرتی کے
منڈلوں کی مجموعی صورت کا نام برہم اور کارن پرکرتی کے منڈلوں کی مجموعی
صورت کا نام ست یا حق رکھا ہوا ہے جس اوستھا یا حالت سے یہ پرکرتی پیدا
یا پرگٹ ہوتی ہے۔ اس کو ذات۔ اکال۔ انامی وغیرہ کہہ دیتے ہیں بہت لوگ
یا کارن پرکرتی میں بھی وجود ہوتے ہیں۔ اور اُن کے اندر جو حس ہوتی ہے اُس
کا نام ہنس رکھا ہوا ہے۔ اور یہ حس درحقیقت ذات۔ اکال۔ انائی یا دیال
جو کہ ایک اوستھا ہے۔ تتو ہے۔ اس کے اندر تموّج سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی
لئے سنتوں نے فرمایا ہے کہ ست لوک میں بھی روحیں اپنے اپنے نور میں آنند
سے رہتی ہیں۔ ان روحوں کے پیدا ہونے کا سبب موج یا تموّج ہے۔
پیدا ہوتی رہتی ہیں اور بگڑتی رہتی ہیں یا بنتی رہتی ہیں اور ٹوٹتی رہتی ہیں۔
جس طرح سمندر میں بلبلے پیدا ہو ہو کر ٹوٹتے رہتے ہیں۔ لطف یا آنند
ہر ایک رچنا کا خاصہ ہے۔ انامی دھام میں نہ لطف ہے نہ بے لطفی۔ بلکہ ایک
ایسی حالت ہے جس کو الفاظ سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ ان روحوں یا سُرتوں
کا پراکرتک طور پر خود بخود دھاروں یا کرنوں کے سلسلے میں نیچے کی طرف آنا

ہوتا رہتا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم کتنی مدت سے وجودی صورت میں ہیں۔ اور کب تک رہیں گے۔ کارن پرکرتی سے جو کارن وجود بنتا ہے اور اس کے اندر جو حس پیدا ہوتی ہے اُس کا نام شُرت یا روح ہے۔ اور یہ اس وقت تک فنا نہیں ہو سکتی جب تک کہ بے احساسی کی حالت نصیب نہ ہو۔

روحوں۔ شُرتوں یا حس کا پیدا ہونا اور پرکرتی کے آغاز کے سلسلہ میں کھلنا اور پھر احساسات وجودی کا خواہ وہ کارن ہوں۔ سوکشم یا استھول اُن کا وجود کے ساتھ ناش کو پراپت ہونا بالکل قدرتی اصول کے ماتحت ہے جس کا نام موج یہ رضا ہے۔ اس لئے جو کچھ کھیل رچنا میں ہو رہا ہے موج اور مصلحت سے ہے۔

سوال کیا جائے گا کہ جب ہر کام موج کے آدھین ہے تو ہماری تمام سعی کوشش۔ کرم۔ خواہش وغیرہ بے فائدہ ہیں۔ فضول ہیں۔ لاحاصل ہیں۔ اور یہ بات بالکل ٹھیک ہے۔ مگر ہستی یا حس یا وجود بیکار نہیں رہ سکتی حرکت یا کھیل لازمی ہے اور تمام کوشش جتن۔ کرم وغیرہ بھی اسی موج کے آسرے ہے کہا ہے۔

کرے کراوے آپے آپ نہیں کچھ مانش کے ہاتھ (گورو نانک صاحب)

جب اس بات کی سمجھ آ جاتی ہے۔ تو انسان کو شانتی پراپت ہو جاتی ہے اور وہ سب کچھ کرتا ہوا فاعلیت سے آزاد رہتا ہے۔ اس کی جسمانی۔ دلی و روحانی حالت ہر قسم کے توہمات اور وسوسات سے آزاد ہو جاتی ہے۔ پھر نہ وہم آواگون رہتا ہے نہ خواہش مکتی۔ راز کے سمجھ میں آ جانے کے بعد احساسات شانت ہو کر نربھرانت ہو جاتے ہیں۔

شریر کے تیاگ کے بعد کوئی کہاں جائیگا۔ دراصل نہ کوئی آتا ہے نہ جاتا ہے آنا جانا بھی ایک وہم ہے اور یہ وہم اس وقت تک ستاتا ہے جب تک جڑ اور چیتن کی گرنتھی نہیں کھلتی یا راز سے واقفیت نہیں ہوتی۔

لیکن خیال رہے محض وچار یا علمی واقفیت سے یہ راز سمجھ میں نہ آئے گا۔ بلکہ اُس وقت سمجھ میں آئیگا جب عمل کے ساتھ ساتھ تجربہ ہو کر انبھو جاگ اٹھیگا۔ عمل ہر انسان کرنے کے لئے مجبور ہے۔ عمل کیا ہے۔ احساسات کو چھوڑنا۔ احساسات کے تجربہ کے ساتھ ساتھ قدرتی طور پر انسان کے اندر اُداسینتا آنی شروع ہوتی ہے۔ انسان ایک حالت میں رہنا کبھی پسند نہیں کرتا۔ متضاد حالتیں یا وقت وقت کی تبدیلی خود انسان کو مجبور کرتی رہتی ہے۔ اور اسی کا نام کال ہے۔

کال رچا ہم سمجھ بوجھ کے بنا کال نہیں جیت جیو کے رادھاسوامی دیال

ہر انسان خود بخود ترقی کے راستے پر چل رہا ہے۔ یا ہر حالت کے تجربہ کے بعد اونچی حالت کا متمنی ہے۔ اور وقت پر اُس نے اپنی ہستی کو مٹانا ہے مکتی و بندھن دراصل دلی حالتوں کے نام ہیں۔ جب احساسات ہستی خواہ وہ کسی قسم کے ہوں سکھ وایک نہیں رہتے۔ انسان اُن کو چھوڑنے کے لئے مجبور ہو جاتا ہے۔ ایک ہی خیال کی دو صورتوں کا نام بندھن اور مکتی ہے۔

بھگوان سنگھ چونکہ جسمانی صحت کی خرابی کی وجہ سے تمہارے احساسات سُکھدائی نہیں رہے۔ اس لئے اُن سے بچنے کا خیال منہ زور ہے۔ عالم احساسات میں کوئی بھی انسان ایک رس نہیں رہ سکتا۔ ہاں سلدا انبھو۔ سار شبد یا سار گیان کے مل جانے پر جس کے لئے عمل یا کرنی اور انبھو ضروری شرط ہے۔ انسان احساسات کی طرف سے لاپرواہ ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ احساسات ختم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہ دکھائی نہیں دیتے۔

یقین رکھو یہ سنسار کسی طاقت یا تتو کے سہارے بنا ہے۔ اور موج کے آدھین اس کا کام خود بخود جاری ہے۔ اس لئے اگر تم موج کو سمجھ کر بے فکر اور

بے غم رہو تو بہت اچھا ہوگا۔ نہ ہم اپنی خوشی سے آئے نہ جائیں گے۔ تمام
کام موج کے آسرے ہو رہا ہے چونکہ خارجی اثرات انسان پر برابر پڑتے رہتے
ہیں اس لئے وہ مجبوراً عقل کے چکر میں آکر توہمات میں پھنس جاتا ہے۔
اور خارجی اثرات کا پڑتے رہنا اور انسان کا اُن سے متاثر ہوتے رہنا لازمی
ہے۔ اس لئے سنتوں۔ فقیروں اور مہاپرشوں نے علمی سمجھ کے ساتھ عملی
زندگی گذارنے کا سبق دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

ا۔ اپنے لئے نہ جیو بلکہ اوروں کے لئے جیو۔ نشکام کرم کرو کہ خارجی اثرات
جو اثرانداز ہوں اُن کا اثر انسان کی ذات پر کم پڑے۔

ب۔ اپنے آپ کو ستھول، سوکشم اور کارن پرکرتی سے علیحدہ کرنے کی کوشش
کرو۔ اور اُس کا سہل طریقہ سرت شبد یوگ کا سادھن ہے۔ شبد یوگ کارن پرکرتی
سے یا روحانی احساسات سے اور سمرن یوگ استھول پرکرتی سے یا جسمانی احساسات
سے علیحدہ کرتا ہے۔ ہماری ذات یا ہم اس پرکرتی کی طرف جھکے۔ سنسار میں پھنس
گئے۔ اور سنسار کا تیاگ پھر اپنی ذات میں واپسی دلاتا ہے۔ خبردار تیاگ
کا غلط مطلب نہ سمجھنا۔ جس طرح آئے اسی طرح جائیں گے۔ بعض اوقات خیال
آتا ہے۔ کون آیا اور کون گیا ؎

آپ ہم نے دنیا بنائی آپ آ کھیلے یہاں — آپ ہم ہیں لامکانی آپ ہم ہیں لازماں
موج آئی آپ میں آکر کے بن گئے انساں — آپ جب سوجھی وطن کی ہو رہے ہیں لامکاں
یہ پتہ دیتے کو ہیں رکھتے ابھی فرقۂ انساں — سمجھنے والو سمجھو گر نہیں ہو تم ناداں
ذات کا ہے کھیل یہ سب سکے سوا اور کچھ نہیں — ڈھونڈتے کس کو تھے پھرتے اور تھے سرگراں
مرشد کامل ملے جو تھے ہماری ذات کا ہی روپ — پتہ دے گئے یہ ہو کر کے ہم پہ مہرباں

شبد اور نور کے ذریعہ ہماری ذات کا اُتار ہوا ہے اور شبد اور نور کے

سہارے واپسی بھی ہوگی۔ تم ممکن ہے یقین نہ کرو۔ لیکن بات سچی ہے۔ ہم حرارت ہیں۔ جہاں جسم میں حرارت نہیں رہتی وہاں احساس بھی نہیں ہوتا۔ یہ حرارت سورج سے آئی اور خوراک وغیرہ کے ذریعہ بیرج میں شامل ہوئی۔ اور جسمانی زندگی کا آغاز ہوا۔ سورج یعنی حرارت کا چشمہ خود کسی سے نکلا ہے۔ کیونکہ آگ یا حرارت مفرد شے نہیں ہے بلکہ دو اشیا کی حرکت، یا رگڑ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہماری ذات حرارت سے بھی لطیف کوئی اور شے ہے جس کو میں سوکشم پرکرتی یا من یا برہمہ کہہ دوں تو بیجا نہ ہوگا۔ خود برہم میں حرکت کا مادہ موجود ہے اس سے ہم اور ہماری ذات سوکشم پرکرتی سے بھی اوپر ہے۔ ہم ست بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ ست میں بھی مرکب پنا ہے۔ وہاں احساس ہے آنند ہے۔ لطف ہے اور آنند اور لطف ہمیشہ مرکب رچنا میں ہوتا ہے۔ ہم ست کے بھی آدھار ہیں۔ مدار علیہ ہیں۔ ست وچار یا دل اور جسم ہم سے پرگٹ ہوتے ہیں اور کھیل کرتے ہیں۔ ہم نہ ہوں تو آنند۔ وچار جسم تینوں ہی فنا ہو جاتے ہیں ؎

ہم ہیں ذات تم ہو ذات ذات کی طرف نگاہ ہے
کیسا کچھ دوئی پھر نہ صفات ہے نہ ذات رہے
ذات کو ذات کہتے ہیں سمجھانے بجھانے کیلئے
ذات میں جب ہوئے واصل نہ خیال ذات ہے نہ صفات

دوسرا پرسنگ

ست سنگ کے بچن

ماہ اپریل آخر ۱۹۴۵ء کاشی نگری فیروزپور بستی

بھگوان۔ کیا آواگون یا جنم مرن یا مسئلہ تناسخ ٹھیک ہے؟

فقیر۔ ہاں ٹھیک ہے۔

بھگوان۔ کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ وہ پہلے کس جنم میں تھا اور آئندہ کہاں جائے گا؟

فقیر- ہاں- مگر اس بات کا جواب دینے سے پہلے انسان کو اس کی زندگی کے حالات کا مکمل علم ہونا چاہیئے- جب تک مکمل علم نہ ہو اور ساتھ ہی انسان لطیف سے لطیف سمجھ نہ رکھتا ہو اس کو علم نہیں ہو سکتا-

بھگوان- آپ کی بات سمجھ میں نہیں آئی- وضاحت درکار ہے-

فقیر- سمجھ میں کیسے آوے- جب تک یہ معلوم نہ ہوگا کہ انسان کیا شے ہے- بہ الفاظ دیگر علم ذات سے پوری واقفیت نہ ہوگی- وہ اس مضمون کو سمجھ ہی نہیں سکتا- ہاں اگر پہلے یہ علم ہو تو پھر کسی دوسرے کے حالات- واقعات- عادات- تخیلات وغیرہ کا مکمل گیان ہونے پر وہ یہ بتلا سکتا ہے کہ فلاں انسان پہلے کیا تھا اور اب کیا بن گیا یا اس کا پہلا دوسرا جنم کس کس حالت میں تھا یا ہوا ہے-

بھگوان- اس کا کوئی ثبوت آپ کے پاس ہے-

فقیر- یوں تو آپ کو ہزاروں ثبوت مل سکتے ہیں اور مذہبی کتابیں ان کی تصدیق کرتی ہیں مگر میں اپنی زندگی کے دو ثبوت پیش کرتا ہوں-

ا- جس وقت گھر پر میری والدہ کا دیہانت ہوا- میں اور میرا چھوٹا بھائی رائےصاحب سرینڈر ناتھ بغداد (عراق) میں تھے- وہاں مجھے تار ملا کہ والدہ صاحبہ کا شریر پورا ہو گیا- میں نے اسی وقت کہا تھا کہ والدہ صاحبہ کی روح لڑکے کی صورت میں رائےصاحب کے گھر پیدا ہوگی اور وقت پر وہی ہوا-

ب- خود اپنی گذشتہ زندگیوں کے حالات میں تمہیں کیا سناؤں- چونکہ ان کا کوئی ثبوت نہیں دیا جا سکتا- اس لئے یقین آنا مشکل ہے- حال ہی میں میری لڑکی پریم پیاری کا دیہانت ہوا- جب مجھے تار ملا تو ایک دوست سے جو اظہار افسوس کے لئے آیا تھا میں نے کہا کہ پریم پیاری تمہارے گھر آئے گی- اور وہ ٹھیک ہوا (دوست کا نام مصلحتاً ظاہر نہیں کیا جاتا) مگر بات جو کچھ میں کہتا ہوں بالکل ٹھیک ہے-

بھگوان - اچھا کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ روح جسم سے نکل کر کس طرح دوسرا وجود دھارن کرتی ہے۔

فقیر- ہاں بتلا سکتا ہوں۔ مگر کیا سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہو۔

بھگوان- کوشش کروں گا کہ بات سمجھ میں آجائے۔

فقیر- اچھا سنو! روح۔ دل اور جسمانی احساسات اور چیز ہیں اور جو چیز روح دل یا جسمانی زندگی کا آدھار ہے یا جس کے سہارے روح۔ دل اور جسم کا کھیل ہوتا ہے وہ اور شے ہے۔ اس کا علم صرف اس شخص کو ہو سکتا ہے جس نے اپنی ذات یا مالکِ کل یا انامی کے عشق میں اپنے آپ کو جسم۔ دل اور روح سے علیحدہ کر کے دیکھ لیا ہو۔ دوسرے کے لئے سمجھنا مشکل کام ہے۔ ہاں عقل سے کسی حد تک سمجھ آسکتی ہے۔ لیکن عقلی سمجھ کا یقین پختہ اور دیرپا نہ ہوگا۔

بھگوان - آہستہ آہستہ سمجھاتے چلیں۔ ممکن ہے کچھ سمجھ آجائے۔ پہلے یہ بتلایئے کہ روح۔ دل اور جسمانی زندگی کی پہچان کیا ہے۔

فقیر- جسمانی زندگی کو تو تم سمجھتے ہو۔ وہ جسمانی احساسات کا کھیل ہے لیکن اگر کسی وقت تمہاری توجہ کسی خیال میں مستغرق ہو کہ جسم کی طرف سے غافل ہو جائے تو تم کو جسمانی احساسات کا علم اس وقت نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ جسمانی زندگی کے محسوس کرنے والا کوئی اور ہے۔ دوسری چیز ہے خیال یا وچار کی زندگی۔ جب توجہ خیال یا وچار کرتی کرتی دل سے بھی غافل ہو جاتی ہے یا وچار کو چھوڑ دیتی ہے جس کی ایک مثال گہری نیند ہے جبکہ خواب کا سلسلہ معدوم ہو جاتا ہے۔ تو انسان کو دلی زندگی کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ یہ ثبوت ہے کہ اصل ہستی کوئی اور ہے اور خیالی اور وجودی زندگی اور ہے۔ اسی طرح اگر اصلی ہستی اپنے آپ کو اس جسم یا دل یا روح کی طرف راغب نہ کرے تو ان کا

کھیل بند ہو جاتا ہے۔ مضمون بہت لطیف ہے وضاحت کے لئے لفظ نہیں ملتے۔ خیر کہو یہاں تک کچھ سمجھے یا نہیں۔

بھگوان۔ ہاں۔ بہت کچھ سمجھ رہا ہوں۔ مگر یہ بتلایئے کہ روحانی زندگی جس کو آپ من یا خیال یا وچار کے پرے کی زندگی کہتے ہیں اسکے پرے کیا چیز ہے؟

فقیر۔ بن کرنی ابھیاس کے کہن سنن سے دور۔ رادھاسوامی دیال

تاہم اتنا کہہ سکتا ہوں کہ روحانی زندگی ایک قسم کا احساس ہستی ہے جس میں سرور رہتا ہے۔ آنند رہتا ہے۔ مگر اس سرور یا آنند میں خیال یا وچار کی پھرنا نہیں ہوتی۔ اور اس سے آگے ایک اور حالت آتی ہے۔ جہاں اس آنند کے احساس کا بھی ابھاؤ ہو جاتا ہے۔ اور ہماری ہستی احساس ہستی کو کھو کر ہر قسم کے کھیل یا احساس کھیل کو بھول جاتی ہے۔ یہ اس زندگی کے لحاظ سے آخری حالت اور رچنا کے نقطۂ نگاہ سے ابتدائی حالت زندگی ہے۔ جس کا نام مالکِ کل۔ ذات۔ انامی یا اکال پُرش رکھا ہوا ہے۔

بھگوان۔ خوب سمجھا۔ اب یہ بتایئے کہ وہ ذات یا انامی یا اکال یا حالتِ بے احساسی کس طرح نیچے اتری۔ کس وجہ سے آواگون میں پھنسی اور پھر کب اور کس طرح واپس ہوتی ہے۔

فقیر۔ ابتدائی حالت یا اکال یا انامی یا ذات میں جو ہر ہے۔ اس میں ہمیشہ اپنے آپ میں ٹھہرے رہنے کا وصف نہیں ہے۔ بلکہ موتج سے یا تموّج کے طور پر یا سوبھاوک طور پر اس میں ہلور اٹھتی رہتی ہے۔

بھگوان۔ کوئی مثال دیجئے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

فقیر۔ میں اس حالت کو واضح کرنے کے لئے کوئی مثال نہیں دے سکتا کیونکہ وہ انجھو سدھ ہے۔ کوئی مثال دنیا میں اسکی نہیں ہے۔ نیز الفاظ نہیں ملتے جو اس

حالت کی صحیح تصویر کھینچ سکوں۔ تاہم اپنا ذاتی تجربہ یا انبھو بتلاتا ہوں۔
میں اس حالت انامی یا لامکانی میں ہمیشہ نہیں ٹھہر پاتا۔ اُس حالت میں چلے
جانے کے بعد پھر اُتھان ہوتا ہے۔ صرف یہ ثبوت ہے۔ اس کے علاوہ کوئی اور
ثبوت نہیں دیا جا سکتا۔ دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اگر ذات میں تموّج میں آنے
کا گُن نہ ہوتا تو اس سرشٹی کی رچنا ہی نہ ہوتی۔ یہ رچنا ہمیشہ سے ہے اور
ہمیشہ رہیگی۔ اس کا شمار لاحاصل ہے۔ نہ کوئی آج تک کر سکا نہ آئندہ اُمید ہے۔
بھگوان۔ اچھا آگے چلیے۔ اُتھان کے بعد پھر کیا ہوا؟
فقیر۔ اُس تموج یا موج سے ایک قسم کا action ہوتا ہے اور اس
action سے ایک اور شئے پیدا ہوتی رہتی ہے۔ جو شکل۔ رنگ۔ روپ
اور نشان رکھتی ہے۔ مثال کے طور پر سمجھو۔ جیسے پانی کے حرکت میں آنے سے
جھاگ اور ہوا کے زیادہ حرکت میں آنے سے بجلی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح
اسی ذات۔ انامی۔ اکال پرش کے تموّج میں آتے رہنے سے ایک قسم کی شئے
بنتی رہتی ہے جس کو ہم روشنی کہہ سکتے ہیں اور تموّج کے سلسلہ میں حرکت
یا ہوا کی وجہ سے روشنی کے ساتھ شبد کا بھی ظہور ہوتا ہے اور پھر اس
روشنی کا ایک مرکز قائم ہو جاتا ہے۔ یہ مرکز یا منڈل روشنی اور شبد کا بھنڈار
ہوتا ہے۔ سنتوں کی اصطلاح میں اس کا نام ست لوک ہے۔ یہ چیتن دیش
کہلاتا ہے۔ یہ کتنا بڑا ہوگا۔ اس کا حساب لگانا عقل کی طاقت سے باہر ہے۔
صرف انبھو سے کچھ اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کا اظہار بھی بے انت۔
بے انت۔ بے انت کی حد تک رہ جائے گا۔
بھگوان۔ کوئی ثبوت؟
فقیر۔ اس کا ثبوت بھی اپنا ذاتی تجربہ ہے۔ ہمارا اپنا پنا ہمیشہ قائم رہتا ہے۔

اَپنے اندر داخل ہو کر دیکھو۔ جسم اور دل کا خیال چھوڑ دو۔ سوائے اپنے ہے پنے کے اور کیا پاؤ گے۔ میں نے کر دیکھا۔ دوسرا کر دیکھے۔ ہم اپنے ہے پنے سے باہر جا کہاں سکتے ہیں۔ اگرچہ ہم جسم اور دل کے احساسات یا کھیل میں محو ہو کر اپنے ہے پنے کو بھول جاتے ہیں۔ مگر یہ ہے پنا کبھی ہمارا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ اس لئے اس حالت میں اس دیش میں جہاں سے ہم توجّہ یا ہوا پیدا ہوئی سوائے چیتن پنے کے اور کچھ نہیں ہے۔ سنتوں نے اس کے کئی درجے مقرر کئے ہیں۔

Consciousness of life — ہے پنا یا چیتن دیش
without feeling of Senses — ست، الکھ، اگم

بھگوان۔ ہم جب اس حالت میں ہوتے ہیں تو کیا ہوتے ہیں؟

فقیر۔ ہم ہیں۔ مگر وجودی طور پہ فردیت کا ابھاؤ ہوتا ہے۔

بھگوان۔ کیا وہاں آواگون ہے؟

فقیر۔ پہلے اس بات کو بخوبی سمجھ لو پھر آگے چلو۔ ہاں تو میں نے بتایا کہ ذات نے اپنا انام پنا چھوڑ کر چیتن پنے کا چولہ لیا۔ کیونکہ کوئی شے بغیر جسم کے نہیں رہ سکتی ظہور کے لئے برتن کی۔ جگہ کی۔ وجود کی ضرورت ہے۔ چیتن دیش یا Super Consciousness پنا دراصل ہماری ذات کا وجود ہے۔ اور وہ اس وجود میں آکر اپنا ظہور کرتی ہے۔ یہ چولا ہے۔ خول ہے۔ اناہی۔ یہاں تک ذات ہمیشہ اپنے آپ میں کھیلتی ہے۔

بھگوان۔ اس دیش میں یا اس حالت میں روحیں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں یا ایک ہی ہستی ہوتی ہے؟

فقیر۔ اپنی تجربہ کی بنا پر جواب دیتا ہوں۔ اس چیتن دیش میں ذات نے

ان گنت شکلیں اختیار کیں۔ جن کا نام سُرتیں کہہ سکتے ہیں۔ مگر یہاں ایک سُرت کا تعلق دوسری سے نہیں ہے۔ ہر ایک سُرت اپنے اپنے چیتن پنے میں خود آنند یا حالت مستی میں کھیلتی ہے۔ مگر ایک دوسری کا علم نہیں رکھتیں۔ ابھیاس کے وقت جب میں اس حالت میں ہوتا ہوں۔ تو وہاں اپنے آپ کے آنند یا اپنے ہے پنے میں ہونے کے سوا کسی دوسرے کی ہستی محسوس نہیں کرتا۔ مگر اُتھان کے بعد نیچے آکر سرشٹی کے خیال سے انبھو کرتا ہوں کہ صرف میں ہی اکیلا نہیں تھا جو اس حالت میں تھا بلکہ اور ہستیاں بھی ہیں۔ نیچے کے عالم میں آنے پر انبھو کی درشٹی سے بھان ہوتا ہے کہ سرتیں متعدد اور ان گنت ہیں۔ لیکن اُس حالت میں مجھے سوائے اپنے ہے پنے کے آنند کے اور کوئی نہیں بھاسنا۔ سار بچن نظم میں بھی یہی بات ظاہر کی گئی ہے۔ کہ ست لوک میں روحیں اپنی اپنی درشٹی میں نرت کرتی ہیں اور ست پُرش کا درشن پا کر ترپت رہتی ہیں۔ مطلب یہی ہے کہ ذات کی انش اپنے ہے پنے میں جو ست پُرش ہے مگن رہتی ہے۔ کیونکہ جہاں دیکھنے کا سوال ہے وہ اپنے ہے پنے یا ست پنے میں نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ نیچے کے درجات میں یا اُتار کی حالت میں ہوتا ہے۔

بھگوان۔ وہاں ہم کیا کھاتے کیا پہنتے اور کس طرح بات چیت کرتے ہیں؟

فقیر۔ وہاں آنند اور مستی کھاتے ہیں۔ ہمارا بولنا اس چیتن وجود کی حرکت کا شبد ہے اور روشنی ہماری پوشاک یا جسم ہے۔ وہاں اور کسی شے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آنند کھاتے آنند پہنتے اور آنند لیتے ہیں۔

بھگوان۔ کہتے ہیں کہ وہاں ہماری روشنی ۱۲ سورج کے برابر ہے۔

فقیر۔ سُنا ہوا میں نے بھی ہے۔ مگر میں کہہ نہیں سکتا۔ روشنی ضرور کافی ہے مگر یہ کہنا کہ بارہ سورج کے برابر ہے میری طاقت سے باہر ہے۔ ہاں انبھو

سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ اس دیش میں روشنی بہت ہی زیادہ ہے۔
بھگوان۔ کیا اس مقام کی رسیدہ سُرت پھر آواگون میں آتی ہے؟
فقیر۔ ہاں۔ میں جب اس وجود میں رہتا ہوا وہاں سے اوپر بھی جا سکتا ہوں اور نیچے بھی آتا ہوں تو اس سے انبھو ہوا یا تجربہ میں آیا کہ یہاں بھی چڑھاؤ اور اُتار کا سلسلہ موجود ہے۔ جو کہ تموّج ہستی یا موج کے آسرے سے ہے۔ وہاں سے روحوں یا سُرتوں کا نیچے کے طبقات میں اُتار بھی ہوتا ہے اور اوپر کے طبقات میں چڑھاؤ بھی ہوتا ہے۔ یہ بات میں اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ یہاں بھی آواگون ہے یعنی آنا اور جانا لازمی ہے۔ کیونکہ جو شے تموّج میں یا دائرہ حرکت کے اندر ہے اُس کا متحرک ہونا لازمی ہے۔ اس لئے اس مقام کی رسیدہ اور جس بھی آتی جاتی یا چڑھتی اُترتی رہتی ہے۔
بھگوان۔ اچھا۔ اب یہ فرمایئے کہ توجّہ یا سُرت اس زمینی طبقہ پر کیسے آتی ہے؟
فقیر۔ سنو! یہ توجہ یا سُرت دراصل ذات یا اکال یا انامی کا چھوٹے سے چھوٹا جز ہے۔ جس طرح کرنوں کے بھنڈار کا نام سورج۔ اور بوندوں کے بھنڈار کا نام سمندر ہے۔ اسی طرح سُرتوں کا بھنڈار یا مجموعہ ذات۔ اکال یا انامی پُرش کہلاتا ہے اور اُس ذات۔ اکال یا انامی یا مالکِ کُل کے ظہور کا وجود یا جسم چیتن دیش ہے اور ہر ایک جز یا کارن یا سُرت جو اُس ذات یا مالکِ کل کا انش ہے۔ اور اس کا اپنا انفرادی وجود یا جسم یعنی چیتن پنا اس کے ساتھ ہے۔ اور وہ چیتن پنا اس کا اپنا جسم یا ہے پنا کہلاتا ہے۔ ایک نظر سے وہاں سب سُرتیں ایک ہی ہیں اور ایک نظر سے علیحدہ علیحدہ سمجھ لو اس چیتن دیش یا روشنی و شبد کے دیش سے ایک قسم کا کثافت کا مادہ ہمیشہ خارج ہوتا

چیتن دیش

رہتا ہے۔ جس طرح چراغ سے دھواں نکل نکل کر اوپر چھت میں اپنا منڈل
بناتا رہتا ہے۔ یا آگ سے چنگاریاں۔

کال یا برہمہ وغیرہ

چیتن دیش

اس کا نام سایہ کہو۔ کال کہو یا سوکشم تتو
کہو۔ برہمہ کہو۔ برہمانڈی من کہو یا کوئی اور
نام رکھو۔ تم کو اختیار ہے۔ اور وہ خود
بھی روشنی سے نکلنے کی وجہ سے روشن ہوتا ہے۔
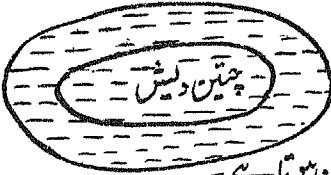
اس کال۔ برہمہ یا سوکشم مادہ سے جو اس چیتن دیش سے سوبھاوک طور پر
خارج ہوتا رہتا ہے۔ پھر اپنی باری پر اور لوک۔ منڈل یا کرے بنتے اور بگڑتے
رہتے ہیں۔ چونکہ اس سوکشم مادہ یا برہمہ میں اپنی انرجی (Energy)
کافی نہیں ہوتی۔ اس لئے اس کو بدستور روشنی اور شبد وغیرہ کی طاقت
(Energy) ست لوک یا چیتن دیش سے ملتی رہتی ہے۔ اور وہ طاقت
جو اس کو ملتی رہتی ہے۔ انیک کرنوں کی شکل میں اس سوکشم مادہ کے ساتھ
مل کر نیچے کی رچنا کرتی رہتی ہے۔ اور ہم نے اُن کرنوں کا نام سُرتیں
رکھا ہوا ہے۔

بھگوان۔ ست لوک یا چیتن دیش سے جو سوکشم مادہ خارج ہوتا رہتا ہے۔
اُس سے رچنا کیسے ہوتی ہے؟

فقیر۔ دیکھو۔ قدرت میں ہر قسم کی بجلی کی طاقت اپنے اِردگرد ایک قسم کا حلقہ
یا دائرہ بناتی رہتی ہے جس میں وہ اثر انداز رہتی ہے۔ مصنوعی بجلی کا بھی
اپنا دائرہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس چیتن دیش کا دائرہ۔ سوکشم مادہ۔ برہم
کال یا من کا بھنڈار کہلاتا ہے۔ چونکہ یہ بیحد روشن اور طاقتور ہوتا ہے۔
اس لئے یہ بھی اپنا دائرہ رکھتا ہے۔ اور مختلف دھاروں اور کرنوں کا جو

اُس دائرہ کے اندر ہوتی ہیں باہم میل ہوتا ہے۔ یہ دھاریں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک مثبت اور دوسری منفی۔ اور تیسری طاقت سُرت کی ہوتی ہے۔ جو اوپر سے عادیت الٰی ہوئی ہوتی ہے اور چونکہ سُرت ذات کی انش ہوتی ہے اس لئے اس کے میل سے رچنا ہونے لگتی ہے۔ اکیلی مثبت اور منفی دھاریں اُس وقت تک رچنا نہیں کر سکیں جب تک سُرت کی طاقت اُن کی مددگار نہ ہو۔

بھگوان۔ یہ رچنا کس قسم کی ہوتی ہے؟

فقیر۔ ست لوک یا چیتن دیش کی رچنا چونکہ ملونی سے خالی ہے۔ اس لئے وہاں مستی اور آنند کی رچنا ہوتی ہے۔ اگرچہ مستی اور آنند تو یہاں بھی ہوتا ہے مگر ساتھ ہی وچار بدھی اور تمیز کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا نام وگیان بھی رکھا جا سکتا ہے۔ یا بویک بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور یہاں بھی آواگون ہوتا ہے۔ ذات یا ذات کی انش جس پر ست لوک میں صرف چینتا کا غلاف تھا۔ اب یہاں اس پر سوکشم مادہ یا لطیف مادہ کا دوسرا خول چڑھ جاتا ہے۔ اور جہاں وہ پہلے آنند ہی آنند لیتی تھی اب اب نیچے اترنے پر اس میں سنکلپ وکلپ کا انکھوا پھوٹا۔ وہ انکھوا کھلا۔ مادۂ تمیز پیدا ہوا اور بڑھتا گیا۔

بھگوان۔ تمیز کا مادہ جس کا ابھی ذکر آیا ہے۔ اُس میں پہلے سے موجود تھا۔ یا نیا پیدا ہوا اور وہ کیسے بڑھا؟

فقیر۔ ذات یا انامی کی انش میں یہ تمیز کا مادہ نہیں تھا۔ چیتن دیش میں وہ بہت ہی کم تھا۔ جس کا نام وہاں احساس آنند تھا۔ مگر سوکشم مادہ سے میل ہونے پر اُس نے ترقی کی۔ بڑھتا گیا۔ تم دیکھتے ہو کہ تمیز ادراک بغیر خارجی اثرات کے نہیں پیدا ہوتے۔ اسی طرح چونکہ سوکشم مادہ کا Touch بلا تب حس بودھ پیدا ہوا۔

بھگوان۔ اس لوک یا گیان کے کتنے درجے ہوتے ہیں؟
فقیر۔ ہزاروں قسم کے جس جس قسم کے سوکشم مادہ کی ملونی ہوتی رہتی ہے۔ اسی اسی قسم کا لوک یا گیان یا دچار پیدا ہوتا رہتا ہے اور اس سوکشم مادہ کی حالت اور مقدار وغیرہ کے مطابق احساسات تمیزی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان کا نام وہاں مختلف قسم کے لوک رکھا ہوا ہے۔ مثلاً گندھرب لوک۔ رام لوک۔ کرشن لوک وغیرہ وغیرہ
بھگوان۔ ان لوکوں میں کیا ہوتا ہے؟
فقیر۔ ذات کی انش مختلف قسم کے احساسات ہستی کو جو کہ سوکشم مادہ کی ملونی کا نتیجہ ہیں محسوس کرتی ہے اور یہ اس کا آواگون ہے۔
بھگوان۔ ٹھیک ہے سمجھ گیا۔ کیا یہاں سے بھی ذات کی انش واپس جا سکتی ہے؟
فقیر۔ ہاں جا سکتی ہے۔ جب کبھی اس جسمانی یا زمینی دلبش سے کوئی ذات کی انش واپس جا رہی ہو اور اُس کرہ سے گذر رہی ہو تو اُس کی روشنی سے جس انش کا تعلق پیدا ہو جائے وہ واپس جا سکتی ہے مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے کیونکہ اُترنے والی انش کا رجحان نیچے کی طرف ہوتا ہے۔ مگر ایسا ہو سکتا ہے۔ اور یہ موقع پہ مبنی ہے۔
بھگوان۔ سمجھ گیا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سنت جب اُن کروں سے گذرتے ہیں تو ان کی بہت سی روحوں کو اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ کیا یہی مطلب ہے؟
فقیر۔ ہاں۔
بھگوان۔ پھر نیچے کی طرف رجحان رکھنے والی شعاعوں کا اُتار کس طرح ہوتا ہے؟
فقیر۔ وہ کرنیں۔ دھاریں یا ذات کی انش۔ برہمن یا سوکشم مادہ کے غلاف کو ساتھ لئے ہوئے رہتی ہیں۔ اب اُن کے ارد گرد ایک اور دائرہ یا حلقہ پیدا ہوتا ہے جو کثیف مادہ کا ہوتا ہے۔ یہ کثیف مادہ سوکشم مادہ سے اسی طرح پیدا ہوتا رہتا ہے جس طرح روشن چراغ سے دھواں۔ اور ذات کی انش اب ایک اور کثیف مادی غلاف اپنے اوپر بنا لیتی ہے۔ یہ کثیف مادہ ہی آکاش۔ آگ۔ ہوا۔ پانی اور مٹی کی شکل میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اور اس طرح رچنا کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور ذات کی انش کا اُتار ہوتا رہتا ہے۔ ذات کی انش مختلف یونیوں یا کھانوں میں پھنس کر اپنے جسمانی۔ دلی اور روحانی احساسات کا کھیل کھیلتی رہتی ہے۔ اور دُکھ سُکھ۔ فکر بے فکری وغیرہ کا احساس لیتی رہتی ہے۔
بھگوان۔ کیا یہ سوکشم ستھول اور کارن مادہ ضائع بھی ہوتا یا ہو سکتا ہے۔
فقیر۔ نہیں نہیں۔ یہ حالت اور شکل بدلتا رہتا ہے۔ مگر ضائع نہیں ہوتا۔
بھگوان۔ تو پھر آواگون یا حالت کی تبدیلیوں سے چھٹکارا امر محال ہے۔

فقیر۔ ہستی یا ذات بغیر جسم کے کبھی نہیں رہ سکتی۔ ذات کے ساتھ۔ صفات کا ہونا ضروری ہے۔ ہاں صفات کی حالتیں مختلف ہو سکتی ہیں۔ ارداس

میری بھی اِک ارداس ہے سُن لو پریتم اکال پیارے

اسی خیال سے سنتوں نے پرلے کے بارے میں فرمایا ہے کہ ست لوک میں پرلے نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ ست لوک ذات یا انامی کا جسم ہے۔

بھگوان۔ اب تک آپ نے سُرت کے نیچے کی طرف اُتار کا ذکر کیا ہے۔ اب یہ بتلایئے کہ جب ہم شریر چھوڑتے ہیں۔ تو کس طرح دوسرا قالب اختیار کرتے ہیں؟

فقیر۔ اس جسم کے چھوڑنے کے بعد ذات کی انش اپنا سوکشم شریر یعنی خیال کا جسم رکھتی ہے۔ جسم سے نکلنے کے بعد وہ اُن خیالات کی طرف راغب ہوتی ہے۔ جن سے اُس کو زندگی میں دلی پیار رہا ہے۔ یا دلچسپی ہوتی ہے۔ اسلئے خیال کا وہ سوکشم مادہ اُس کو اپنے ہم جنس خیالات کی طرف لے جاتا ہے۔ اور وہ ایسی جگہ جا کر جسم اختیار کرتا ہے۔ جہاں اُس کے اُن خیالات یا دلچسپیوں کو نشوونما ملے۔ یعنی جن کا تعلق ستھول مادی اشیا سے ہوتا ہے۔ وہ کثیف مادی جسم اختیار کرتے ہیں۔ جن کا رجحان کثیف مادہ یا مادی اشیا کی طرف نہیں ہوتا۔ وہ اوپر کے سوکشم مادہ کے لوکوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور جن کا تعلق روحانی دنیا سے ہوتا ہے۔ وہ سیدھے روحانی مقامات کا رُخ کرتے ہیں اور کوئی کوئی جن کا تعلق صرف ذات۔ اکال یا انامی پُرش سے ہوتا ہے وہ فردیت سے چھٹکارا پا کر اور دراصل بہ ذات ہو کر انفرادی ہستی کو کھو دیتے ہیں۔

بھگوان۔ دوبارہ جنم کے سلسلہ میں کیا روح اسی وقت دوسرا قالب اختیار کرنے لگتی ہے۔ جب سے اس کی ابتدا ماں کے پیٹ میں ہوتی ہے یا کچھ دیر بعد۔

فقیر۔ اسی وقت بھی اور دیر کے بعد بھی۔ بعض حالتوں میں روح کسی زندہ وجود

کے اندر بھی حلول کر کے اپنا کام کرتی ہے۔ مگر یہ روحیں وہ ہوتی ہیں جو زیادہ طاقتور ہوتی ہیں۔

درا صل ذات کی انش کا کوئی روپ یا شکل نہیں ہے۔ اور نور اور شبد کا ظہور پرکرتی یا مادہ سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے گرد نور۔ شبد اور خیالات یعنی سوکشم مادہ کا وجود یا غلاف رکھتی ہے۔ اور قدرتی اصول کے مطابق غلافت کے تاثرات کے زیر اثر دوسرے غلافوں کی طرف جھکتی ہے۔ سوچنا سمجھنا حرکت بویک۔ وچار سب کچھ مادہ کی ملونی کا خاصہ ہے۔ اس مادہ کی مجموعی صورت کا نام کیتا پُرش ہے۔ کال پُرش ہے۔ یونی۔ آواگون وغیرہ سب کال پُرش کی دیا کا نتیجہ ہے۔ اگر کوئی شخص کال پُرش کی حد سے باہر ہوجائے۔ تو پھر وہ آواگون سے چھوٹ جاتا ہے۔ اب اگر تم کو اس سلسلہ میں کوئی اور بات دریافت کرنی ہو تو دل کھول کر کر سکتے ہو۔ تمہارے خطوط آتے ہیں لیکن خط وکتابت سے یہ معمہ حل نہیں ہوتا۔ یوں تو اصل حل انسان کے اپنے دل کے اندر ہے۔ تاہم زبانی بات چیت سے تمہارے بھرم چلے جائیں گے۔

بھگوان۔ ابھی مجھے بہت کچھ دریافت کرنے کی ضرورت ہے۔ اوّل تو جسمانی پرکرتی کی خرابی سے دنیاوی زندگی سکھدائی نہیں رہی۔ دوسرے آواگون کے متعلق ہندوؤں کی تعلیم کے خیالی اثرات دماغ پر پڑے ہوئے ہیں۔ جو سوال کرنے کے لئے اُبھارتے رہتے ہیں۔ خیال آتا ہے پتہ نہیں کتنی بار اور انسانی وجود میں آکر یا دوسرے قالب اختیار کر کے دکھ برداشت کرنے پڑیں گے انہیں خیالات یا محسوسات کے زیر اثر سنتوں کی شرن لینے اور اس معمہ کو حل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ نام کا جپنا۔ ست سنگ اور ابھیاس جو کچھ بھی کیا جاتا ہے صرف اس غرض کے لئے کہ آواگون کے جھمیلے سے چھٹکارا ملے۔

چونکہ آپ آزاد پُرش ہیں۔ بغیر کسی ذاتی غرض کے اپنا انبھو سچائی کے ساتھ ظاہر فرماتے ہیں۔ اور آپ کی باتیں دل کو ٹھیک معلوم ہوتی ہیں۔ اسی لیئے آپ کا قیمتی وقت لیتا ہوں۔ اگرچہ محسوس کرتا ہوں کہ آپکی دیرینہ سالی اور عدیم الفرصتی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ آپ کو تکلیف دوں۔ اب میں اسی سلسلہ میں چند سوالات اور کرکے اس سلسلہ کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے مفصّل و مکمّل جواب دینے کی دیا فرماویں گے۔

فقیر۔ پیارے۔ عزیز۔ میں خود انہیں حالات سے گذر چکا ہوں جو تمہارے لیئے دکھدائی بنے ہوئے ہیں۔ اور تمہاری دلی کرید کو بخوبی محسوس کرتا ہوں۔ گو مجھے تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ تمام دن ملازمت کا کام۔ بڑھاپا۔ خانگی ضروریات کا بوجھ۔ کرایہ کے مکان میں جگہ کی تنگی ایسے حالات ہیں جن کو برداشت کرنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ مگر آپ جیسے یا اپنے جیسے دیوانوں کی سیوا کا خیال مجھ سے یہ کام کروا رہا ہے اور ست سنگ کا سلسلہ جاری کرنے کی غرض بھی یہی ہے۔ اور اس سے خود مجھے بھی فائدہ پہنچتا ہے۔ اپنی نرکھ پرکھ ہوتی ہے اور اپنے آپ کو سچائی کے سانچے میں ڈھالنے کی مجبوری ہوتی ہے۔ اب تم اپنے بقایا سوال پیش کرو۔

بھگوان۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ست لوک میں آنند ہی آنند ہے اور ابتدا میں ہستی آنند کی اوستھا میں تھی۔ تو پھر دُکھ کی پیدائش کہاں اور کیوں ہوئی؟

فقیر۔ عزیز! ابھی تک سرشٹی یا رچنا کا اصول تمہاری سمجھ میں بخوبی نہیں آیا۔ اور اگر سمجھا ہے تو وہ عقلی علم ہے۔ انبھوی نہیں ہے۔ اسی لئے ایسا سوال کرتے ہو۔ اچھا سنو۔ جسم کے پرمانوؤں میں بے قاعدگی آجانے سے یا دلی وجود یا سوکشم وجود یا مانسک جسم کے باقاعدہ نہ رہنے سے جو خیالی طور پر دُکھ کا احساس ہوتا ہے در اصل وہ کوئی دُکھ نہیں ہے۔ اور نہ ہی قدرت میں دُکھ کا کوئی سوال ہے۔ بلکہ

اس دکھ کی وجہ عادت کا قانون ہے۔ اور جو شے دُکھ مناتی ہے وہ نہ تو جسم ہے نہ من ہے نہ روح ہے۔ پھر وہ کیا ہے؟

افسوس ہے کہ میں جانتا ہوں مگر ظاہر نہیں کر سکتا۔

وہ ہے مگر احساس میں نہیں آتی۔ وہ ہے مگر دیکھی نہیں جا سکتی۔ وہ ہے مگر پہچانی نہیں جا سکتی۔ وہ ہے۔ ضرور ہے۔ مگر اس کا اظہار مشکل ہے۔ اس سے سب کچھ جانا جاتا ہے۔ پہچانا جاتا ہے۔ محسوس کیا جاتا ہے۔ وہ آپ ہی آپ ہے۔ کہنے سننے کے لئے سنت اس کو سُرت کہتے ہیں۔ یا ذات یا اصل سمجھ لو۔ اس کا مکمل علم حاصل کرنے کے لئے ابھیاس ضروری ہے۔ تاکہ اس شے کو جسمانی، دلی اور روحانی طبقات سے علیحدہ ہونے کا موقع ملے۔ اور ذاتی انجھو بیا ہت ہو۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو عقلی قیاس کسی حد تک مفید ہو سکتا ہے۔ غور سے سنو۔ جسم کی پرکرتی میں نقص پیدا ہونے سے جسمانی احساسات میں جو تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس تبدیلی کے زیر اثر جسمانی دکھ محسوس ہوتا ہے۔ کیوں۔ اس لئے کہ اُس شے (سُرت) کو پہلے ایک خاص قسم کے احساسات میں کھیلنے کی عادت تھی۔ اب چونکہ تبدیلی آگئی۔ عادت کے برخلاف کام ہوا اس لئے وہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔ جسمانی دورۂ خون میں سُرت کی دھار رواں رہتی ہے۔ دورۂ خون میں رُکاوٹ ہوئی۔ سُرت نے دُکھ محسوس کیا۔ اسی طرح انسان کو بانسبک طور پر خاص قسم کے خیالات سے تعلق رکھنے کی عادت ہے۔ اور جب خارجی اثرات یا دیگر وجوہات سے اُن خیالات کی عملی شکل دکھائی نہیں دیتی وہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔

بات باریک ہے۔ مفہوم پر توجہ رہے۔ ورنہ کہنا سننا لاحاصل رہے گا۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہو گیا کہ دُکھ نہ جسم میں ہے نہ من میں ہے۔ بلکہ دُکھ توجہ کے رُجحان کو زبردستی بدلنے میں ہے۔

اگر انسان اپنی توجّہ پر قابو رکھے۔ یا اپنے آپ کو ضبط میں رکھنے کی عادت ڈال لے اور ناموافق حالات اور واقعات کے وقت وہ اپنی توجّہ کا رُخ سہولیت سے بدلنے کے قابل ہو جائے۔ تو جس دُکھ کی تم شکایت کرتے ہو۔ وہ نہ رہے گا دیکھو کبیر صاحب کیا فرماتے ہیں:۔

تن دھر سُکھیا کوئی نہ دیکھا جو دیکھا سو دُکھیا
اُدے است کی بات کہت ہوں سب کا کیا بویکا
گھاٹے باڑھے سب کوئی دُکھیا کیا گرہی بیراگی
شُک آچارج دُکھ کے کارن گربھ سے مایا تیاگی
جوگی دُکھیا جنگم دُکھیا تاپس کو دُکھ دُونا
آسا ترشنا سب گھٹ ویاپے کوئی محل نہیں سُونا
سانچ کہوں تو کوئی نہ مانے جھوٹ کہا نہ جائی
برہما وشنو مہیشور دُکھیا جن یہ راہ چلائی
اَبدھو دُکھیا بھوپت دُکھیا دُکھی رنک بپریتی
کہیں کبیر سکل جگ دُکھیا سنت سُکھی من جیتی

یوں تو قدرت خود بخود توجّہ کے رُخ کو پلٹا دیتی ہے۔ مثلاً سخت چوٹ لگی۔ بے ہوشی آگئی۔ جہاں کوئی تکلیف پیدا ہوئی اور توجہ نے اُس سے بچاؤ اختیار کیا۔ روحانی طور پر بھجن کہہ کہہ کر نام کا سادھن بھی لوگوں سے اسی واسطے کرایا جاتا ہے کہ خیالی یا جسمانی دُکھ کے وقت انسان توجّہ کو سمرن دھیان اور بھجن میں لگا کر جسمانی اور خیالی دُکھوں سے جو تکلیف کا کارن ہیں بچ جائے اور در اصل نام میں یہ طاقت ہے۔

بھگوان۔ ٹھہرئے۔ شاید آپ کا یہی مطلب ہے کہ جس وقت ہم کو جسمانی یا

دلی دُکھ محسوس ہو۔ اُس وقت نام کے سہارے سُرت کو جسم و دل سے نکال لیا جاوے۔ تو اُس وقت ہم کو دُکھ نہ ہوگا۔

فقیر۔ ہاں روز روز کا تجربہ ثابت کرتا ہے۔ تشریح کی ضرورت نہیں۔

بھگوان سنگھ۔ ٹھیک ہے۔ گذشتہ دنوں ماہ دسمبر میں مَیں نمونیہ سے سخت بیمار ہوا۔ کئی روز تک بیہوشی کی حالت رہی تو اس حالت میں مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی تھی۔ جب جب کچھ برائے نام ہوش ہوتا تھا تو دل کی ایک عجیب سی حالت پاتا تھا۔ جسے نہ دُکھ کہہ سکتے ہیں نہ سُکھ۔ شائد اسی طرح موت کے وقت مرنے والے کو بھی کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔

فقیر۔ ہاں۔ بالکل نہیں۔ قدرت خود بخود علاج کرتی ہے۔ اگر شبد یوگ کا سادھن ہوا ور ساتھ ہی تعلقات دنیاوی یا زندگی کی چاہ باقی نہ ہو تو ہرگز کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ ہاں جب توجہ جسم میں آئے گی تو درد کا احساس ہونا ضروری ہے۔

بھگوان۔ جب تک توجہ جسم میں رہتی ہے اُسی وقت تک تو درد یا تکلیف سے بچاؤ نہ ہوتا ہوگا۔ ایسی حالت میں چونکہ جسمانی اعضا میں خرابی ہے اسلئے سُرت کا تکلیف محسوس کرنا بھی ضروری ہے۔

فقیر۔ بالکل ٹھیک ہے۔ ایسی حالت میں کم و بیش دُکھ ضرور ہوتا ہے۔ ہاں جب تک توجہ کو جسم سے اونچا رکھو گے۔ دُکھ نہ ہوگا۔

بھگوان۔ آپ نے جو کچھ کہا اگر وہ سچ ہے اور سچ معلوم بھی ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوا جب تک توجہ انسانی جسم میں ہے یا جسم میں آتی رہتی ہے تو جسمانی دُکھ سے کوئی انسان نہیں بچ سکتا۔ اگر یہ ٹھیک ہے تو پھر نام سے کیا فائدہ ہوا؟

فقیر۔ سوال کا پہلا حصہ ٹھیک ہے۔ دوسرے کا جواب یہ ہے کہ جن کو اپنے انتر دھسنے کی عادت ہوتی ہے وہ اپنی توجہ کو جسم سے نکال سکتے ہیں۔ اسکے سوائے جسمانی نقطۂ نگاہ سے اور کوئی فائدہ نہیں۔ ہاں اگر نام جپنے کے ساتھ ساتھ دوسرے لوازمات کا بھی خیال رکھا جاوے جو نام جپنے والوں کے لئے ضروری ہیں تو جسمانی تکلیف کم ہو گی۔

بھگوان۔ وہ کیا ہیں؟

فقیر۔ وِشیوں سے پرہیز۔ خوراک میں اعتدال۔ مالسک برہمچریہ۔ ہاضمہ کی درستی صفائی جسم۔ پوترتا وغیرہ وغیرہ۔ سنو بھگوان سنگھ! یہ خودی کے الفاظ نہیں۔ میں تم سے صاف صاف باتیں کہہ رہا ہوں۔ میں اپنے آپ کو اسی وجہ سے ست پُرش کہتا ہوں۔ کیونکہ میں آپت پُرش ہوں۔ اور سوائے سارا انبھو کے کوئی بات ہیر پھیر کر۔ روچک یا بھیانک پیرائے میں نہیں کہتا۔ داتا دیال کے باہری چولے کے الوپ ہونے پر تم نے مجھے خط لکھا۔ تمہارے درد بھرے خط کو پڑھ کر مجھے دیا آئی۔ تمہیں بُلایا۔ شکل صورت دیکھی۔ اور صاف صاف کہدیا کہ تمہیں جو اشانتی کی شکایت ہے اس کا سبب خرابی ہاضمہ اور خرابی صحت ہے۔ اس کا کوئی تعلق روحانیت سے نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس اشانتی یا گھبراہٹ کی وجہ سے تم آواگون میں پھنس جاؤ گے۔ اور آواگون سے چھوٹنے کا طریقہ صرف اپنے آپ کو یا اپنی توجہ کو اپنی ذات۔ ستگورو۔ مالک۔ اکال پُرش۔ داتا دیال یا رادھا سوامی یا کچھ اور نام رکھو اس کے ساتھ تعلق یا پریم پیدا کرنا ہے۔ بات کو سمجھو۔ لفظوں کے جال میں نہ پھنسو۔ آواگون نہ یوگ سے چھوٹتا ہے نہ جپ تپ سے نہ سندھیا ترپن سے نہ گیان سے بلکہ سادہ گیان یا رازِ حق کو سمجھ کر اپنے آپ کو اپنی ذات ستگورو سے جوڑنے

رکھنے سے چھوٹے گا۔ کیونکہ جب تک توجہ انسانی کسی ایسی شئے کو پیار کرتی ہے
جس کو وہ اپنی ذات سے غیر یا دوسری سمجھتا ہے یا وہ دراصل غیر ہے اُس
وقت تک وہ انسان باہر مکھی ہے۔ جو لوگ انتر میں ابھیاس کرتے ہیں اگر
اُن کا پریم یا لگاؤ۔ درشیوں۔ نظاروں یا صورتوں میں جو اس کے اندر
پرگٹ ہوتی ہیں۔ ہے تو وہ بھی آواگون سے نہیں چھوٹ سکتا۔ یہ دوسری بات
ہے کہ اندرونی ورتی والا انسان اوپر کے لوکوں میں چلا جائے۔ مگر
آواگون سے رہائی نہ ہوگی۔ اسی لئے سنتوں نے ستگورو کو شبد روپ
مانا ہے۔ کیونکہ شبد آکاش کا گُن ہے اور آکاش پرکرتی کا سب سے
اونچا طبقہ ہے۔ تم کو غلط فہمی نہ ہونی چاہیئے۔ کہ آکاش تتو کا مطلب
صرف استھول آکاش تک ہی پورا نہیں ہو جاتا بلکہ سوکشم و کارن مایا میں بھی
آکاش تتو ہے۔ اسی لئے شبد انہد میں بھی فرق ہے۔ جب تک توجہ کارن
مایا کے آکاش تتو کے شبد میں لے ہونے کی عادت نہ ڈالے گی۔ مکمل آواگون
نہ جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ رادھا سوامی مت کے ابھیاس میں گو مختلف قسم
کے شبد اندر میں سُنائی دیتے ہیں۔ مگر اہمیت سار شبد کی ہے جو کارن
مایا کے آکاش کا شبد ہے۔ تم ظاہرا باہری ستگورو تک ہی اپنے آپ کو
محدود نہ رکھو اس اکال پُرش کا جو اس رچنا کا آدھار ہے۔ اِشٹ قائم کر کے
پریم کے جذبہ کو حرکت دیتے رہو۔ خود بخود وہاں تک رسائی ہو جائے گی۔
یہی اصلی اور سچا ابھیاس اور طریقہ ہے آواگون سے چھٹکارا پانے کا۔
گورو کو مانش جانتے تے نر کہیئے اندھ ہوئیں دُکھی سنسار میں آگے جم کا پھند
کھنگوان۔ آپ نے بہت صفائی کے ساتھ وضاحت کی ہے۔ دراصل میں اب
تک گورو کی ذمت کو انسان تک محدود رکھتا تھا اور چاہتا رہتا تھا کہ اس سے

وہی باہری پریم پہلے جیسا بنا رہے۔ مگر اب وہ حالت نہیں پاتا۔

فقیر۔ جسمانی پریم کا جذبہ نہ یکساں رہا ہے نہ رہ سکتا ہے۔ جو یک کی پھرنا ہونے پر قدرتاً انسان کا خیال اونچے کی طرف جانا چاہتا ہے اور عادات کا قانون پہلے جیسی حالت کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔ مگر ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اب اس پریم کے جذبہ کو انتر میں لے جا کر کھل و کھیلنے کا موقع دو۔

بھگوان۔ شاستروں میں بتایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان پتر لوک۔ کِنّر لوک۔ گندھرب لوک۔ سورگ۔ نرک یا شولوک وغیرہ میں جاتا ہے۔ اس کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

فقیر۔ پتر لوک۔ کِنّر لوک۔ گندھرب لوک۔ سورگ اور نرک وغیرہ وغیرہ ضرور ہیں۔ مگر یہ کیا ہیں۔ اس کی سمجھ لوگوں کو نہیں ہے۔ سنو!

پتر لوک کیا ہے؟ وہ بزرگ جن کے خون و بیرج سے تمہارا جسم بنا ہے۔ اور ان کی پرکرتی۔ خیال اور سنسکاروں کا اثر یا انش تمہارے ستھول اور سوکشم شریر کے اندر موجود ہے۔ یا تمہارے وجود کی پرکرتی اُن کی پرکرتی سے ملتی ہے۔ اس لئے جب انسانی توجہ باہری خیالات اور جسمانی احساسات کو بھول کر انتر میں یکسو ہوتی ہے یا دماغ کے اندر اُلٹ کر داخل ہوتی ہے۔ تو وہ خیالات اور جذبات جو بزرگوں میں موجود تھے اور جن کے اثرات انسانی دماغ یا سوکشم شریر میں موجود ہیں دُوربین کے اصول پر بڑے معلوم ہوتے ہیں یا خیالی شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔ اور وہ بزرگ کسی نہ کسی شکل میں نظر آتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ ملتے ہیں۔ ہاں جن کو راز سے واقفیت نہیں ہے وہ ان نظاروں کو سچا سمجھ لیتے ہیں۔

بھگوان۔ معاف کرنا۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ پتر لوک وغیرہ محض خیال

یا سنسکار کی عارضی پیدا وار ہیں اور دراصل رچنا میں اُن کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔ اور اُن کا نظر آنا صرف ان خیالات اور سنسکاروں سے متعلق ہے جو ہمیں ورثہ میں حاصل ہوتے ہیں۔

فقیر۔ مضمون بہت لطیف ہے۔ باہر بھی پیتر لوک وغیرہ ہیں۔ کیونکہ جس قسم کی پرکرتی ہمارے بزرگوں میں تھی وہ باہر سے ہی تو انہوں نے لی تھی۔ اور وہ پرکرتی اب بھی باہر موجود ہے۔ جب انسان اپنے اندر اُس مقام پر توجہ کو لے جاتا ہے تو اُس کا تعلق ریڈیو کے اصول کے مطابق دھاروں کے ذریعہ باہری منڈل سے ہو جاتا ہے۔ اور انسانی خیالات یا محسوسات کا اثر بھی اُن کروں تک جاتا ہے۔ انسان یہاں اپنی جگہ پر رہتا ہوا اپنے دماغ میں یکسو ہو کر دور دراز ملکوں کی سیر یا واقفیت حاصل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ یکسو دل اور پختہ خیال کا آدمی ہو۔

بھگوان۔ کوئی ثبوت۔

فقیر۔ ست سنگ میں ایسے سوالات کرنا منع ہے۔ کیونکہ ان سے عجائب پرستی پھیلتی ہے اور انسان کا اصلی مشن آواگون سے چھٹکارا پانے کا گم ہو جاتا ہے۔ خیر۔ میں ایک واقعہ سُناتا ہوں۔

جب میں ہوشیارپور میں مکان تعمیر کرا رہا تھا تو میرے دوست پنڈت پرشوتم داس میرے پاس ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک رات بارش ہو رہی تھی۔ میں چلتا چلتا اُن کی جائے قیام کے سامنے پھسل کر گر پڑا۔ اُن کی لڑکی نے اُس وقت میری مدد کی۔ دل میں ہمدردی پیدا ہوئی۔ اس نے میرے تمام کپڑے صاف کیے اور گرم پانی کر کے صابن سے میرے ہاتھ پیر دھوئے اُس لڑکی کا خاوند پانچ سال سے گم تھا۔ اور وہ بیچاری بیحد دُکھی رہتی تھی۔

لڑکی کے ہٹ اور پریم وسیوا کی وجہ سے میرے دل میں رحم آیا۔ اور اس کے خاوند کا پتہ لگانے کا خیال پیدا ہوا۔ پرشوتم داس سے اس لڑکے کی فوٹو منگوائی۔ اور صبح اس فوٹو کو بغور دیکھ کر اور لڑکے کی تلاش کا خیال لے کر میں سمادھی میں چلا گیا۔ اور میں نے اس کو کلکتہ میں پیلے رنگ کے مکان کے اندر دیکھا۔ سمادھی سے اُٹھ کر میں نے اُس لڑکی سے کہا کہ لڑکا کلکتہ میں موجود ہے اور خود بخود آ جائے گا۔ پرشوتم داس ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ لیکن دل میں میری عزّت کرتا تھا۔ اس لئے خاموش رہا۔ تین ماہ کے بعد لڑکا خود بخود آ گیا۔ اور اب ملٹری میں ملازم ہے اور آنے پر اُس نے تسلیم کیا کہ وہ پیلے رنگ کے مکان میں اُن دنوں مقیم تھا۔ یہ ثبوت ہے۔ لیکن اگر میں سب کے لئے ایسا کرنا چاہوں تو نہیں ہو سکتا۔ یہ خیال اور رجحان طبیعت کی بات ہے۔ میرا خیال ایسی باتوں سے دور رہنا چاہتا ہے۔ بعض اوقات کسی کسی کے لئے خواہش بھی کی لیکن طبیعت نے نہ مانا۔ مگر بات یہ بالکل صحیح ہے۔ اسی طرح انسان اپنے دماغ میں یکسو ہو کر جس کرہ میں جانا چاہے جا سکتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ وہ اپنا جسم چھوڑ کر جاتا ہے۔ بلکہ ریڈیو (Radio) کی دھار کے اصول پر وہ وہاں کے حالات اور واقعات کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن خیال رہے اس طبیعت کا آدمی اپنے اصلی مشن سے گر جاتا ہے۔ عجائب پرستی کی عادت مناسب نہیں۔

بھگوان۔ کیا وہ خیال سے دیکھتا ہے؟

فقیر۔ ہاں۔ خیال بھی دراصل اپنی ہستی رکھتا ہے۔ خیال میں زبردست طاقت ہے۔ خیال معمولی چیز نہیں ہے۔ جیسا کہ انسان سمجھتا ہے خیال سے

بنانا معمولی بات نہیں ہے۔ اسی طرح بشنو لوک۔ وشنو لوک وغیرہ وغیرہ بھی رچنا کے کُرّے یا لوک ہیں۔ اور وہاں نورانی دنیا بستی ہے۔ اگر کوئی شخص اس قسم کی رغبت دکھاتا ہے تو وہ یکسوئی کی مشاقی ہو جانے پر اس وجود میں بیٹھا ہوا ایسا کر سکتا ہے۔

بھگوان۔ کیا سب کے تجربہ ایک جیسے ہوں گے۔

فقیر۔ نہیں۔ اس نظارہ میں جو کچھ انسان مشاہدہ کرتا ہے۔ اس میں اسکی اپنی پرکرتی کا اثر بھی شامل رہتا ہے۔ مثلاً مہاتما بدھ کو جو گیان ہوا اسکی صورت دوسری تھی اور دوسرے مہاتماؤں کی دوسری۔ چونکہ دماغ کے اندر لوگوں کی پرکرتی میں اختلاف ہے اس لئے ہر ایک انسان اپنی پرکرتی کے انوسار ہی اُسی قسم کی پرکرتی والے لوکوں یا کُروں کا مشاہدہ کر سکتا ہے یا خیالی طور پر جا سکتا ہے۔ جس قسم کا مادہ اُس کے اندر موجود ہے۔ اس لئے یہ جو کچھ بھی ہے پراکرتک کھیل ہے۔ جو اس طرف توجہ دیگا۔ اپنی ذات سے واصل نہ ہو سکے گا۔ اسی لئے سنتوں نے اس طرف بہت کم توجہ دی ہے۔ گو یہ حالتیں دوران ابھیاس میں خود بخود بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اور ان کا اظہار ہر ابھیاسی کی اپنی پرکرتی کے مطابق ہوتا ہے۔ قدرت کی تمام طاقتیں جزوی طور پر انسانی جسم میں موجود ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے پنڈے سو برہمانڈے۔ اور جب توجہ اپنے اندر اُن مقامات پر یکسو ہوتی ہے۔ تو اس کا تعلق اُن کُروں سے جو اُس پرکرتی کے باہر ہیں موجود ہیں قائم ہو جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ کافی ذخیرۂ الفاظ نہیں مل رہا ہے اور بات لطیف ہے۔ اس لئے اپنے مفہوم یا انبھو کردہ جوں کا تیوں ظاہر کرنے سے مجبور رہوں تاہم کوشش کرو کہ وچار سے اسے سمجھ سکو۔

بھگوان۔ آپ کا مطلب یہ ہوا کہ جو برہمانڈ میں وسیع پیمانے پر ہے وہ پنڈ میں چھوٹے پیمانے پر ہے۔ اور جو انسان پنڈ میں کسی مقام پر اپنی توجہ کو یکسو کرتا ہے وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر دھاروں کے ذریعہ سے اس مقام کی پرکرتی سے جو باہر برہمانڈ میں ہے تعلق جوڑ سکتا ہے۔

فقیر۔ بالکل ٹھیک ہے۔

بھگوان۔ تاہم یہ شِولوک۔ وشنولوک۔ رام لوک وغیرہ کیا ہیں؟

فقیر۔ اظہار مشکل ہو رہا ہے۔ کیا جواب دوں۔ چونکہ ہندؤں کو برہما۔ وشنو۔ شِو۔ رام۔ کرشن وغیرہ الفاظ کے ذریعہ خاص خاص قسم کے خیالات اور سنسکار ملے ہوئے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے سنسکاروں کی وجہ سے یکسوئی حالت میں اپنے اندر ہی رنگ۔ روپ وغیرہ دیکھتے ہیں۔ اہلِ مسلمان یا دیگر مذہب والوں کو مختلف قسم کے سنسکار یا خیالات باہر سے ملے ہوئے ہیں اس لئے وہ ان کے مطابق اندرونی مشاہدہ کرتے ہیں۔ کیونکہ ہر مذہب میں ان احساسات یا پراکرتک روشنیوں وغیرہ کے نام مختلف رکھے ہوئے ہیں اور وہاں کے ورشیوں وغیرہ کا اظہار بھی مختلف طریقے سے کیا گیا ہے۔ اس لئے ہر ابھیاسی اپنے اپنے سنسکاروں یا پرکرتی کے مطابق نظارہ مشاہدہ کرتا ہے۔ تم اصول کو سمجھ لو۔ برہما۔ وشنو۔ شِو وغیرہ سب کے سب قدرت کی مختلف طاقتوں کے نام رکھے ہوئے ہیں۔ اور شاعرانہ انداز میں جو جو لفظی اظہار یا اشکال اُن کو ظاہر کرنے کے لئے بیان کی گئیں ہیں۔ اُن کے موافق وہ انسان کو اپنے اندر نظر آتے ہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ یہ سب پرکرتی کا کھیل ہے اور ساتھ ہی اُن سنسکاروں کا نتیجہ ہے جو انسان کو بانی خیال یا Touch کے موافق ملتے ہیں۔

بھگوان ۔شائد آپ کا مطلب یہ ہے کہ جو درشیہ۔نظارے یا شکلیں وغیرہ یا احساسات لطیفہ ابھیاس میں ظاہر ہوتے یا مشاہدہ میں آتے ہیں۔ وہ خارجی اثرات کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اُن کا ظہور ہر انسان کی اپنی پرکرتی کے مطابق ہوتا ہے گویا خارجی اثرات اور انسان کی اپنی پرکرتی ان مظاہرات میں اثر انداز ہوتی ہے۔ اور یہ خارجی اثرات بھی قدرت میں باہر سے آتے ہیں جو اس برہمانڈ میں پہلے سے موجود ہیں۔

فقیر۔ بالکل ٹھیک ہے۔ اچھا اب کچھ اور دریافت کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔

بھگوان ۔آپ کی دیا ہے۔ اس وقت اور کوئی بات دریافت طلب نہیں ہے آپ نے وقت دیا۔محبت سے سمجھایا۔کیا آپ اجازت دینگے کہ اس گفتگو کو قلمبند کر کے شائع کرادوں ۔تاکہ اور بھائی بھی مستفید ہوسکیں۔

فقیر۔سنو بھگوان سنگھ۔شائع کرانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ یہ گفتگو تمہارے نقطۂ نگاہ سے کی گئی ہے اور تمہارے جیسے خیالات رکھنے والوں کو ہی اس سے دلچسپی ہوگی۔ دوسرے کو نہیں۔

بھگوان ۔ تو آپ کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو بات چیت کی ہے وہ صرف میرے خیالات کے مطابق ہے اصلیت کچھ اور ہے۔

فقیر۔ سچ پوچھتے ہو۔ تو سنو!

قدرت کے کاموں کا کس کو پتہ نہیں ہے۔جتنا علم کسی کو ہوتا ہے وہ اُس کے اپنے خارجی اثرات کے مطابق ہوتا ہے۔سچائی یہ ہے کہ میرا انجام خاموشی ہوا۔چونکہ ابھی پُرانے سنسکاروں کا کچھ اثر باقی ہے۔ اس کے زیر اثر جیسے خیال والا مجھ سے ملتا ہے ویسا بن کر گفتگو کرنے کے لئے مجبور ہوں۔ ورنہ میں ایسی حالت میں چلا گیا ہوں جہاں :۔

نہ وہم آواگون ہے نہ وہم خدا۔ نہ کوئی اور وہم۔ وہ ایک خاص حالتِ ہستی ہے۔ جہاں سوائے خاموشی کے کچھ نہیں ہے۔ یہ اظہار بھی نیچے کے طبقہ میں آ کر کر رہا ہوں۔ وہاں اس کا بھی پتہ نہیں ہے۔ آخر میں رادھاسوامی دیال کی بانی کا حوالہ دے کر اس پرسنگ کو ختم کرتا ہوں۔

گورو نے دینہا اب بھید اگم کا
سُرت چلی نج دیش بھرم کا

مکمّل شبد دیباچہ میں درج ہو چکا ہے۔ ایک بار پھر پڑھیں۔

تیسرا پرسنگ

بصورت مکتوب بنام ایڈیٹر مارچ ۱۹۴۷ء از فیروز پور سٹی

رادھاسوامی

پیارے بھگوان سنگھ! رادھاسوامی

تمہارا دردبھرا خط ملا۔ پڑھا۔

کون ہے جو درد سے خالی ہے جہاں میں اے عزیز
درد سے خالی وہی ہے جس کو ہے سچّی تمیز ؎ اسارانجو
تمیز یہ آتی نہیں ہرگز اے بھگوان سنگھ
جب تلک یکسوئی دل حاصل نہ ہو میرے عزیز
مدعائے زندگی ہے یکسوئی اور بس یکسوئی
یکسوئی جب تک نہ آئے انساں ہے بے تمیز ؎ اگیانی

تم نے لکھا ہے آج شِوراتری کے دن جبکہ پرم پُرش داتا دیال کا

جنم دن ہے۔ اُن کی یاد منا رہا ہوں۔ اور ساتھ ہی آواگون کے وہم سے دُکھی ہو رہے ہو۔ اور مجھ سے درخواست کی ہے کہ آواگون کے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار کروں۔

پیارے بھائی۔ شائد اس بات کے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں وہ انسان ہوں جو ذاتی غرض۔ شہرت اور نام کے خیال سے بالکل آزاد ہوں۔ اور وہ بات کہتا ہوں جو عمل اور تجربہ سے میرے انجھو میں آچکی ہے۔ اس لئے پیشتر اس کے کہ میں آواگون کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ اپنے دل سے سوال کرتا ہوں کہ آیا میرا اپنا آواگون چلا گیا ہے یا نہیں:-

اے دل تو صاف کہنا مکاری اور عیاری چھوڑ دینا
جیون یہ چند روزہ ہے پھر کس لئے عیاری میں بہنا
روچک اور بھیانک باتیں سُن سُن کے ہے دنیا پاگل
پاگل نہ کسی کو بناتا بلکہ خود ہی ہے پاگل بننا

سنو میرے عزیز! میرے متر۔ میرے دل سے آواگون کا سنشے دور ہو گیا ہے۔ مجھے اب یہ خیال بالکل نہیں ستاتا کہ آیا جنم مرن ہوتا ہے یا نہیں اور اگر ہوتا ہے تو وہ کس بلا کا نام ہے۔ ایسا کس طرح ہوا۔ داتا دیال کی سنگت اور اُن کے دیئے ہوئے سنسکار سے۔ تم شائد میری بات بخوبی نہ سمجھ سکو۔ اچھا سنو۔ شاستر کہتے ہیں:-

دھیان مُولم گورو مورتی پُوجا مولم گورو پدم
منتر مُولم گورو واکیم موکش مُولم گورو کرپا

یاد رکھو۔ آواگون سے چھٹکارا صرف گورو کرپا سے ہوتا ہے۔ اور وہ گورو کرپا کیا ہے؟ ست پُرش رادھا سوامی دیال کی زبان سے سُنو۔

گوروــنے دینہا اب بھید اگم کا ۔۔۔ سُرت چلی نج دیش بھرم کا

مکمل شبد دیباچہ میں درج ہے۔ ایک بار پھر پڑھو۔ اچھا شبد پڑھ لیا۔ تم مجھ سے اس وقت دور ہو۔ کیا بتا سکوگے اس کلام کا مطلب تم نے کیا سمجھا میں تمہاری توجہ اس کلام کے اصلی مفہوم کی طرف اختصار کیساتھ لے جاتا ہوں۔ ستگورو نے دیا کی۔ بھید دیا۔ راز بتایا۔ پھر کیا ہوا۔ راز کو پالینے کے بعد سُرگ۔ نرک اور جنم مرن کا سنشے دور ہوگیا اور سچی بھگتی کا ادھکاری ہو گیا۔ اب تم سمجھ گئے کہ گورو کرپا کیا چیز ہے۔

اگر نہیں سمجھے تو اور سنو۔ یا ہری پورے ستگورو نے دیا کرکے نام بخشا۔ یہ الفاظ دیگر طریقہ یکسوئی بتایا۔ اور اس طریقۂ یکسوئی کا مطلب ہے سم دم کی مشاقی۔ جب یہ یکسوئی یا نام یا سم دم پورا ہوگیا۔ تو باہری پاک وجود کے بچن کے طفیل راز کی سمجھ آگئی اور جنم مرن کا سنشے جاتا رہا۔

میں اور زیادہ وضاحت سے کام لیتا ہوں تاکہ کسی طرح بات سمجھ میں آ جائے۔ یہ یکسوئی کیا چیز ہے۔ اس یکسوئی کی پانچ حالتیں یا مقام ہیں۔

اوّل۔ تمہاری وہ حالت ہستی جہاں تمہارے من میں ہزارہا قسم کے تخیّل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

دوم۔ تمہاری وہ حالتِ ہستی جہاں تمہارا من صرف ایک ہی خیال کو معبود بنا کر اُس سے پیار کرتا ہے۔

سوم۔ تمہاری وہ حالتِ ہستی جہاں تمہارا من اپنے آئیڈیل میں مستغرق ہو کر اپنے آپ کو بھولنے لگتا ہے۔

چہارم۔ تمہاری وہ حالتِ ہستی جہاں تمہارا من اپنے آپ میں غرق ہو کر انفرادی حیثیت میں خود کو بھی بھول جاتا ہے۔

پنجم۔ تمہاری وہ حالتِ ہستی جہاں تمہارا من اپنے آپ کو کھو کر ایک ایسی حالت کا اظہار کرتا ہے جہاں من تو نہیں مگر تم ہو۔

ان حالتوں کے اظہار کے لئے سنتوں۔ فقیروں اور بانیانِ مذاہب نے مختلف نام تجویز کئے ہیں۔ مثلاً ہندوؤں میں ایک منتر آتا ہے جس میں بطرز مختلف ان حالتوں کا اظہار موجود ہے۔

اوم بھو۔ اوم بھوہ۔ اوم سوہ۔ اوم مہہ۔ اوم جنہ۔ اوم تپہ۔ اوم ستیم۔

اسی طرح مذہب اسلام میں صوفیوں نے جبروت۔ ملکوت۔ ناسوت۔ ہٗوت۔ ہٗوت الہوت وغیرہ وغیرہ نام تجویز کئے ہیں۔ اور سنتوں نے سہس دل کنول۔ ترکٹی۔ سُن۔ مہاسُن۔ بھنور گپھا وغیرہ وغیرہ۔ کئی بزرگوں نے اس یکسوئی یا نام کی حالتیں سمجھانے کے لئے بہت سے درجات قائم کئے ہیں۔ زیادہ تفصیل فضول ہے۔ صرف مفہوم کو سمجھو اور بس۔

سنتوں کی بانی یا کلام میں جن درجات کا ذکر آتا ہے۔ دراصل وہ احساسات انسانی کی دلچسپ طریقہ سے وضاحت کرتے ہیں۔ پنڈے سو برہمانڈے۔ جو کچھ برہمانڈ میں شکتیاں کام کر رہی ہیں وہی چھوٹے پیمانے پر پنڈ یعنی جسم انسان میں بھی موجود ہیں۔ ہاں بانی کے الفاظ دلچسپ پہلو کو لئے ہوئے ہیں اور طرز بیان بھگتی اور پریم کے سنسکاروں سے مزین۔ نیز وہ بانی یا کلام جو کچھ کہا گیا ہے اس وقت کے ماحول کے یا مقتضائے وقت کے مناسب اور موزوں تھا۔

تم یا اور کوئی شخص سوال کر سکتا ہے کہ ان کو ان منازل سے گذرنے کا موقع نہیں ملا۔ اس لئے بانی یا کلام کی سچائی میں بھی شک کیا جا سکتا ہے۔ اسی بات کے زیر اثر ایک صاحب نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ رادھا سوامی مت سبز باغ دکھاتا ہے۔ جن کو ان کا تجربہ نہیں ہوا اُن کا کہنا ٹھیک ہے

اور ایسے ہی پرشوں کے توہمّات کو مٹانے کے لیئے میں نے ست سنگ کا
کام شروع کیا ہوا ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ انسانی طبیعت یا اُس کا
من رسیا ہے۔ اور جب وہ بانی یا کلام کے مطابق آنند اور مستی کے نظارے
نہیں دیکھ پاتا تو اُداس ہوتا اور وہم میں پھنس جاتا ہے۔ اسی نقص کو دور
کرنے کے لیئے رادھا سوامی مت یا سنت مت میں زندہ وجود یا زندہ کامل
پُرش کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے جو محرمِ راز ہو۔ سچائی پسند ہو۔ اور
جیوؤں کے بھرموں کا ناش کر سکے۔ بے غرض۔ نشکام اور نِس سوارتھی ہو۔
میں نے یہ مصیبت اور دکھ اسی وجہ سے اپنے سر لیا ہے کہ ایسے گورو کمیاب
ہیں اور جو بھائی مدّت سے بھٹکتے پھر رہے ہیں خواہش ہے کہ وہ راز کو سمجھ
جائیں۔

اس سال شوراتری پر میں لاہور گیا۔ بیوی نے سوال کیا۔ پتی دیو جب
آپ خود اقرار کرتے ہیں کہ میرے بھرم جاتے رہے تو اب اس بڑھاپے میں
باہر جانے سے مطلب۔ غرض۔ میں نے جواب دیا کہ چونکہ تو اب بوڑھی ہو گئی
ہے اور ست سنگیوں کی سیوا کرنے کے نا قابل۔ مجبوراً داتا دیال کی یاد کے
سلسلے میں یہ دن منانے لاہور جانا پڑا۔ تاکہ تم کو تکلیف نہ ہو۔ پھر اُس نے کہا
کہ آپ اکیلے بھی یہ دن منا سکتے ہیں۔ جب آپ کو کوئی غرض نہیں اور دوسرے
سادھوؤں۔ مہاتماؤں یا گوروؤں کی طرح بھینٹ وغیرہ نہیں لیتے تو اس
جنون سے کیا فائدہ۔ میں ہنسا۔ اے سچّی استری میں تجھے گورو کا روپ سمجھ کر
نمشکار کرتا ہوں۔ تو نے اس دیوانگی میں میرا ساتھ دیا ہے۔ میری وجہ سے تم
کو میرے والدین اور برادران کو تکلیف پہنچی ہے۔ دراصل میرے بس کی
کوئی بات نہیں تھی۔ ایسا ہونا ہی تھا۔ اب میں داتا دیال کی ذات کو اپنے سے

جُدا نہیں محسوس کرتا۔ شیو راتری کا جنم دن بھی ایک سوشل کام ہے۔ اس کے سہارے اپنے جیسے دیوانوں کو سمجھانے کا خیال رہتا ہے کہ جس شے کی تلاش میں تم بھٹکا کھاتے پھر رہے ہو وہ تمہارے پاس ہے۔

بھگوان سنگھ۔ ان درجات سے گذرنا اور راز کو پانا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ اگر کمی ہے تو یہ کہ انسان کے دل میں دنیاوی تمنائیں منہ زور ہیں۔ دراصل راز کی تمنا کسی بِرلے کو ہے ورنہ کسی کو کوئی دُکھ ہے کسی کو کوئی تکلیف ہے اور ہر شخص پرمارتھ کا سہارا لے کر اُن عارضی دکھوں سے چھٹکارا پانے کا متمنی ہے۔ کیا میں بری ہوں یا تم بری ہو۔ کوئی ہو سادھو۔ گرہستی۔ گیانی تیاگی۔ ویراگی یا سنت اس دنیا یا عالمِ بیداری میں کوئی بھی دُکھوں سے مبرّا نہیں ہے۔ کبیر صاحب نے صاف کہا ہے

تن دھر سُکھیا کوئی نہ دیکھا جو دیکھا سو دکھیا ہو..... مکمل شبد دوسرے پرسنگ میں آچکا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اس من کے جیتنے کا دوسرا مطلب دلی یکسوئی کی مشاقی ہے۔ اور سمرن دھیان اور بھجن اسی یکسوئی کو حاصل کرنے کے طریقے ہیں۔ اس کے سوا میری سمجھ میں دوسرا کوئی راستہ سُکھی رہنے کا نہیں ہے۔ تم کو آواگون کا ڈر ہے۔ اُس کا بھی یہی علاج ہے۔ اور یہ علاج تم اپنے انتر میں خود کر سکتے ہو۔ اُس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ اپنے ست گورو (جو کہ تمہاری اپنی ذات ہے) سے پریم کرو۔ اور یہ پریم انتر میں رہے۔ ظاہرداری کی ضرورت نہیں۔ داتا دیال نے ایک شبد لکھا ہے۔ سنو۔

یہ من جیتن جوگ سادھو...... یہ من جیتن جوگ
من ہی گیان اور من ہی دھیان ہے۔ من ہی موکش اور بھوگ...... یہ من...

من میں وید کو پڑھتے بر ہما۔ شنکر کرتے یوگ .... یہ من سمجھن جوگ....
من ہی اندر سرشٹی ویاپی۔ من ہی میں ہے روگ....... یہ من " " ....
من گوبند من گورکھ روپا۔ من ہی لوگ بیوگ....... یہ من " " ....
من ہی پانی من ہی اگنی ہے۔ من ہی آنند سوگ....... یہ من " " ....
من ہی گوروہے من ہی چیلا۔ من ہی پرہم سنجوگ....... یہ من " " ....
من ہی کا بیوپار جگت میں۔ ناہیں سمجھیں لوگ....... یہ من " " ....

روچک تعلیم جہاں لوگوں کو پنتھ میں شامل کرتی ہے۔ دائرہ بڑھاتی ہے وہاں لوگوں کا آزاد ہونا مشکل بنا دیتی ہے۔ اسی طرح یتھارتھ تعلیم جہاں انسان کو آزاد کرتی ہے۔ وہاں لوگوں کا داخلہ پنتھ میں بند کر دیتی ہے۔ میں کیا کروں اگر سچائی بیان کرتا ہوں تو مشکل اگر نہیں کرتا پردہ داری سے کام لیتا ہوں تو مشکل۔ اسی لیئے میں انفرادی ست سنگ کا حامی ہوں۔ تمہارے خط کو پڑھ کر دل میں درد پیدا ہوا۔ اسی لیے صاف بیانی سے کام لے رہا ہوں۔

آہا ہا۔ اے میرے عزیز۔ داتا دیال کے چولا چھوڑنے پر تم نے مجھے خط لکھا۔ میں نے تمہیں بلایا۔ اور صاف صاف کہدیا کہ تمہاری اشانتی کا کارن اوائل عمر میں ویرج کا بکثرت اخراج اور خرابی ہاضمہ ہے۔

وستو کہیں ڈھونڈے کہیں کیہی بدھی آوے ہاتھ
کہیں کبیر تب پائیے جب بھیدی لیجے ساتھ

میں اس دفعہ لاہور گیا۔ دوست سنگی جن کا تعلق بیاس ست سنگ سے تھا اور بہت دور کا فاصلہ طے کر کے آئے تھے۔ ملے۔ اُن میں تڑپ بہت تھی۔ ابھیاس بھی خوب کرتے تھے۔ مگر روشنی یا نور پرگٹ نہیں ہوتا تھا۔ مجھ

سے شکایت کی۔ میں نے کہا بلا اجازت مہاراج صاحب مجھ سے یہ سوال نہ کرنا چاہئے تھا۔ اگر ان سے اجازت حاصل کر کے تب مجھ سے بات چیت کرتے تو بہتر تھا۔ خیر میں نے کہا اگر سچائی دریافت کرتے ہو تو تمہارے اندر روشنی کے پرگٹ نہ ہونے کا سبب ویرج کا بکثرت اخراج ہے۔ اسی طرح اسے بھگوان سنگھ تو بانی جال میں نہ پھنس۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ میں محرمِ اسرار ہوں۔ اور اس دُنیا میں دُکھی پرانیوں کے لئے خواہ وہ جسمانی طور پر دُکھی ہیں دلی طور پر یا روحانی طور پر۔ پیغام لایا ہوں۔ وہ پیغام کیا ہے۔

(۱) بالسنگ برہمچریہ (۲) من کے تخیّل سے کسی کا بُرا نہ چاہنا (۳) ست پُرشوں کے ست سنگ سے پردۂ جہالت یا اگیان کا دور کرنا۔ داتا دیال نے فرمایا تھا:۔

تو تو آیا نر دیہی میں دھر فقیر کا بھیسا
دُکھی جیو کو انگ لگا کر لے جا گورو کے دیسا
تین تاپ سے جیو دُکھی ہیں ابل۔ نبل اگیانی
تیرا کام دَیا کا بھائی نام دان دے دانی

لوگ بانی کو پڑھتے ہیں اور لفظوں کے چکّر میں پھنس جاتے ہیں۔ حالانکہ ست پُرش رادھا سوامی دیال نے صاف کہا ہے ؎

سنت بنا کوئی بھید نہ جانیں پر وہ توہی کہیں الگ میں

زمانہ بدل گیا۔ سنت مت کی تعلیم کو عالم گیر ہونا ہے۔ اس لئے اب پردہ داری کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی ہیں تو یہاں تک کہنے کے لئے تیار ہوں کہ ہماری موجودہ پولیٹکل بے چینی اور بدامنی کا سبب ابھی بالسنگ وبھچار ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو اس مسئلہ پر کبھی روشنی ڈالونگا۔

یہ مضمون لکھا جا چکا ہے اور حیات نو کے نام سے کتابی شکل میں چھپ چکا ہے۔ قیمت ۴ر ایڈیٹر یا پبلشر سے طلب کریں۔

اس وقت تمہارا دردبھرا خط سامنے ہے اور آواگون کے مضمون پر
ہی اپنا انبھو ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ سنو آواگون سے بچنا صرف
یہ ہے کہ انسان اپنے جسمانی۔ دلی اور روحانی احساسات چھوڑنے پر قادر ہو۔
یعنی وہ اس قدر قدرت حاصل کر لے کہ جب چاہے اپنے تمام تخیلات کو
چھوڑ سکے یا بھول جائے۔ تب وہ اپنے آپ میں یا اپنے ہے پنے میں آجاتا
ہے۔ اس بے خیالی کی حالت میں اپنے آدھار یعنی مالکِ کُل یا ذات کی طرف
کھنچتا ہے۔ یہی اصلی اور سچّی بھگتی ہے۔ جس کا اشارہ سوامی جی نے اپنے
شبد (گورو نے دینہا اب بھید اگم کا) میں کیا ہے۔

مگر یہ حالت اُس وقت تک نہ آئے گی۔ جب تک کہ انسان کے تمام
تعلقات دینی یا دنیاوی اور خواہشات دل سے دُور نہ ہو جائیں۔ یا وہ
موج کے سُپرد نہ کر دیئے جائیں۔

ذرا ہوش کرو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ جب تک شریر ہے اور من ہے
یا یہ زندگی ہے۔ یہ قطعاً ناممکن ہے کہ سوائے ابھیاس یا پریم میں لے کے
وقت کے باقی اوقات میں من کی پھُرنا نہ ہو۔ جس قسم کی پرکرتی انسان کی
ہے۔ جسم میں رہتا ہوا اُس قسم کے احساسات سے نہیں بچ سکتا۔ اس لئے
آسان ترکیب یہ ہے کہ سُمرن دھیان اور بھجن کی عادت ڈالی جائے۔
سُمرن کے اصلی معنی یاد کے ہیں۔ یاد کس کی۔ اُس حالت کی یا اُس اوستھا
کی یا اُس مالک کی جس میں دشیا نہیں ہے۔

تن من واکو دیجئے جا میں وشیا ناہیں

اُسی کا دوسرا نام اکال پُرش ہے ست پُرش ہے۔ اناصی پُرش ہے۔
وشے اگر نہیں ہیں تو تمہاری اُس حالت یا اوستھا یا روپ میں نہیں

ہیں۔ جو من اور بدھی سے اونچا ہے۔ اس لیئے میں ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں کہ جب تک انسان کا وجود قائم ہے۔ اُس کا واحد علاج بھگتی ہے اور بھگتی یہ ہے کہ اپنی توجہ کا مالک یا اپنی ذات جو اروپ۔ اگم اور انام ہے کو اشٹ بنائے جس طرح پنہاری سر پہ پانی کا گھڑا رکھے چلتی جاتی ہے ہلتی ہے چلتی ہے۔ بات چیت کرتی ہے۔ لیکن توجہ گھڑے کی طرف رہتی ہے۔ اسی طرح اپنی توجہ کو دنیا کا کاروبار بیوپار کرتے ہوئے ست پرش رادھا سوامی دیال سے جوڑے رکھو۔ مجھے اب آواگون کا سنشے نہیں ستاتا کیونکہ میرا اِشٹ داتا دیال کی ذات ہے میں نے مالک کو ذات کو باہری وجود میں سمجھ کر پریم کیا ہے۔ اور اسی کی دیا سے اب سمجھ آگئی کہ وہ میری اپنی ذات ہے۔ پہلے جذبہ باہر کام کرتا تھا۔ اب اندر کرتا ہے اور خوشی مستی اور آنند کا لطف لیتا ہوں۔ اگر تم بھی بھگتی اور پریم کی جو کہ توجہ سے کی جاتی ہے عادت ڈال لو۔ تو تم میں بھی خوشی۔ آنند اور مستی پیدا ہوگی۔ اس سنسار میں کال اور کرم کا قرضہ ہر ایک کو دینا پڑتا ہے۔ مگر پریمی جن اس قرضے کی پرواہ نہیں کرتے۔ اُن کا زبردست پریم کال اور کرم کے اثرات کو اثر انداز نہیں ہونے دیتا۔

تم شاید سوال کرو کہ کال اور کرم کے قرضہ سے کیا مُراد ہے۔ میری سمجھ میں کال نام ہے وقت کا اور وقت تغیر پذیر ہے۔ تبدیلی کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور یہ تمام سنسار لوک۔ لوکا نتر وغیرہ سب تبدیلی کے قانون کے زیر اثر حرکت میں ہیں اور یہ سب کا سب کال چکر کہلاتا ہے۔ اس چکر کے چلتے رہنے یا متحرک رہنے یا تبدیلی ہوتے رہنے سے انسان کی ذات کو دُکھ سُکھ۔ خوشی۔ غمی کے اثرات محسوس ہوتے رہتے ہیں۔ اور یہی

حالیتں آواگون کہلاتی ہیں۔ اگر انسان اپنی توجہ کو اکال سے جوڑے رکھے۔ یا اکال پرش کا اِشٹ دھارن کرلے۔ تو اس کال چکر کی حرکت یا اثرات سے بچ سکتا ہے۔ سُنو داتا دیال کا ایک شبد جو میرے نام لکھا گیا تھا تمہیں سُناتا ہوں اور اپنی باری پر تمہارے نام سے لکھتا ہوں۔

کال چکر اک سہج ہنڈولا جھولا اچرج نیارا
سب کوئی جھولے جھولا چڑھ کر کال جھلاون ہارا

چند سورج دو گگن میں جھولے جھولے نو لکھ تارے
جیو جنتو پرتھوی میں جھولے۔ نر پشو سکل بچارے

راجہ جھولا رانی جھولی اور پرجا سمودائی
برہما وشنو مہیشور جھولے جھولے سب دنیائی

لکشمی جھولی۔ درگا جھولی۔ گایتری مہارانی
دیوا جھولے دیوی جھولی جل تھل اگنی پانی

کال بھی جھولا اپنے جھولے سرشٹی پرلے کر بیارے
وہ بھی بچا نہ چکر سے اپنے جھولا جھولے سارے

چڑھی پینگ تب اونچے آئے اتری نیچے ٹھہرے
کبھی ملے تو جمگھٹ دیکھی بچھڑے کے ہوگئے نیارے

ایک وشا میں نت جو درتے کوئی نظر نہ آیا
پیر پیغمبر قطب اولیا رشی منی بچن نہ پایا

پانی بھیا بھاپ کی صورت دھایا گگن کیلاشا
برف بنا دھارا بہہ نکلی نیچے کیا نواسا

نیچے بھی رہنے نہیں پایا پھر اونچے کی آسا
ہم نو دیکھیں کُھلی درشٹی سے اچرج عجب تماشا

لکڑی جل کر کوئلہ ہو گئی کوئلہ راکھ اور ماٹی
ماٹی ماٹی میں نہیں ٹھہری بنی کاٹھ اور لاٹھی

لٹا ان آن بھیا لٹا سو تی سب کوئی کھاوے
یہ پر پنچ ہے ادبُھت نیارا کوئی برلا لکھ پاوے

جا گرت سپن سُشپتی لیلا کبھی ایسی کبھی ویسی
یہ سب کال بلی کی مایا کبھی جیسی کبھی تیسی

پنڈت کبھی اناڑی ہوتے کبھی اگیانی گیانی ۔ کبھی جڑ بل چل چیتن ٹھہرے کبھی چیتن جڑ جانی
سمجھت بنے کٹھن نہیں آوے من بانی السانی ۔ کیسے کوئی سمجھاوے کس کو سمجھے کوئی گورو گیانی
ایک ٹھا ہیں کوئی نہ رہتے کبھی بیٹھا کبھی دوڑا ۔ کبھی تھکا کبھی سویا لیٹا کال چکر اتی چوڑا
جھولے کی ہے وچتر کہانی کتھا وارتا نیاری ۔ نر کو ہم سمجھاون آئے سنے نہ بات ہماری
دکھ سکھ سکھ دکھ ڈنڈ لبیارا روند دیا ر ٹیرھایا ۔ دوندیھا کے جگت رچایا دوند کے پھانس پھنسایا
من بدھی اور چت اہنکارا سو جھولے کی رسری ۔ دولڑی لڑ چولڑ بن آئی جیو نبل کو جکڑی
جکڑے پایا کے پھندے میں روئے اور چلائے ۔ شور مچائے بہو چلائے چھوٹن بدھی نہیں پائے
تب دیال کو دایا لاگی سنت روپ دھر آیا ۔ رادھا سوامی اچل مقامی شو دیال کہلایا
نر شریر میں پرگٹا آکر جیون بہت چتایا ۔ جو کوئی جیو شرن میں آیا اپنا کر اپنایا
سن بھگوان یہ گور وا پدیشا میں کبھی تجھے سناؤں ۔ بات جو میری من سے مانے اس جھولے سے بچاؤں
کھیل کھلاؤں سو گم سہیلا ستر شبد مت گاؤں ۔ کال ہنڈولے سے تو بانچے بدھی وچتر سمجھاؤں
کر ست سنگ دو ویائے گورو کا گورو دیال ہتکاری ۔ سادھو بن کر سادھنے کیتی جا جھولے کے پاری
نر شریر یہ سر دُرلبھ پایا ست سنگت میں آیا ۔ تیرا داؤ پڑا ہے پورا سو تج سمجھ نج مایا
اب کی چوکے موج نہ ایسی تیاگ کال کی آسا ۔ آج کا سادھن آج ہی کر لے کل کو ہوگا اداسا
بار بار نہیں اوسر پاوے کال مہا دکھ دائی ۔ جو کوئی کرے کال کی آسا سو پاچھے پچھتائی
رادھا سوامی دیال شو تیرے کارن تھے آئے ۔ سیس چرن میں ان کے جھکا کر اپنا کاج بنائے
رادھا سوامی۔ رادھا سوامی۔ رادھا سوامی گانا ۔ من نج کرم سے بھگتی کمانا جھولے باہر آنا

تمہارا یا میرے جیسے دوسرے بھائیوں کا جو ہیت ہیں وہ واحد علاج بھگتی مارگ ہی ہے ؎

ہیں بپت کھڑا تبھی تو بھی بپتا پاون بنا
ڈوبا دکھ ساگر میں تب تو ترن تارن بنا

عزیز بھگوان سنگھ! اگر تم کو روشنیاں نظر نہیں آتیں تو ہرج کیا ہے۔

ہمارے جیسے پتت انسانوں کے لئے پریم اور بھگتی کا مارگ ہے۔ اور وہ پریم یا بھگتی ستگورو کی ذات سے ہو جو ہمارے اپنے اندر ہے۔ بلکہ جس میں ہم رہتے ہیں۔ میں نے ست سنگ سار کے نام سے دو مضامین رسالہ "ساری دنیا" میں بھیجے تھے۔ اُن کو پڑھو۔ تمہارا کاج نہ ہوگا۔ نہ ہوگا۔ نہ ہوگا۔

تم بانی کو پڑھتے ہو۔ اور وہ جھوٹی نہیں ہے۔ بالکل سچ ہے۔ مگر اُس کی سمجھ نہیں ہے۔ یہ راز کسی سچے گورومکھ سے ملے گا۔ کیا داتا دیال نے میری بابت تم کو یقین نہیں دلایا کہ میں سنت مت کی اصلی تعلیم سے واقف ہوں۔ نہ میں تمہیں دھوکا دیتا ہوں نہ کوئی دائرہ قائم کرنا مقصود ہے۔ میں صرف تیرے جیسے سچے متلاشیوں کے لیے کام کرتا ہوں۔ یقین رکھو میں ارادتاً کبھی کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالتا جو میرے تجربہ میں نہ آچکی ہو۔ ان منازل کے انکشافات اور روشنیاں کسی ایسے انسان کے حصہ میں آسکتے ہیں یا اس کے اندر پرگٹ ہوتے ہیں جن کا مالک برہمچریہ قائم ہو اور دنیاوی خواہشات میں کم آسکتی ہو۔ ہاں شبد سب کو مل سکتا ہے۔ بشرطیکہ انسان میں بھگتی اور پریم کا مادہ ہو۔ اور شبد ہی اصلی شے ہے۔ سنو تمہیں دو واقعات سُناتا ہوں۔

میں فرید کوٹ میں سٹیشن ماسٹر تھا۔ وہاں ایک دن بابو موہن راج ملنے آئے جو گڈس کلرک تھے۔ اور ابھیاس کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ اُن کے دوست کا ایک نوجوان لڑکا جو میٹرک کا امتحان دینے کے لئے اُن کے پاس ٹھہرا ہوا تھا وہ بھی ساتھ تھا۔ وہ غور سے ہماری باتیں سُنتا رہا۔ گھر جا کر ابھیاس میں بیٹھ گیا۔ اندر سے جوتی پرگٹ ہوئی اور آرتی ہونے لگی۔ جب اُس کا اُٹھانا ہوا وہ خوش تھا۔ اور اپنی کیفیت بابو موہن راج پر ظاہر کی۔ انھوں نے مجھ سے

ذکر کیا۔ میں نے لڑکے کو بلایا۔ دیکھا اور سمجھایا کہ عزیز ابھی تم یہ کام نہ کرو۔
دوسرا واقعہ پنڈت ولی رام صاحب حکیم حاذق فیروزپور کے لڑکے وِدیا ساگر کا ہے۔ وہ ایک دفعہ میرے مکان میں آیا۔ میں سمادھی میں تھا۔ چلا گیا اور گھر جاکر وہ بھی ابھیاس میں بیٹھ گیا۔ اندر روشنی۔ تارے اور چندرماں وغیرہ پرگٹ ہوئے اور وہ نیم پاگل سا ہو گیا۔ اُس نے مجھ سے ذکر کیا۔ میں نے منع کیا۔ چونکہ اس کا بیرج قائم تھا۔ اور کچھ سنسکار رہا۔ مظاہرات پرگٹ ہو گئے۔
اگر جسمانی صحت کی خرابی کی وجہ سے روشنیاں وغیرہ جیسی کہ کتابوں میں درج ہے پرگٹ نہیں ہوتیں تو گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں جوانی کی عمر میں ابھیاس کے وقت اس قدر روشنی دیکھا کرتا تھا کہ آنکھ کھولنے پر بھی رات کے وقت مکان کے اندر کی سب چیزیں کچھ دیر تک نظر آتی رہتی تھیں۔ اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ روشنی ہے۔ مگر اور طرح کی۔ اب سارا دماغ سفید روشنی سے بھرا نظر آتا ہے۔ داتا دیال کا ایک شبد سُنو ؎

گھٹ میں نور پرکاشیا برس گیا جھوں اور
جگ مگ جگ مگ ہو رہا بڑھا نور کا زور
نور نور سب کوئی کہے نور نہ چینہے کوئے
گورو گم پرکھ کا گیان جو نور کہاں تے سوئے
آدانت یہ نور ہے چھائے رہا بھرپور
تو تکیے اس نور کو تن آنکھوں میں دھور
گھٹ میں پریم پرگٹ بھیا آنسو نکلے نین
دھو گئے چھن میں آنکھ دو اب لکھو نور کی ڈین

رادھا سوامی روپ میں درس نور کا پائے   تم رٹا گیان کا شنگو رو تھے تہا سے

پیارے بھگوان - تم نے دو دو بھرے خط کے ذریعہ مجھے آواگون کے متعلق مفصّل لکھنے کے لئے اصرار کیا - اگر تیرے جیسے ادھیکاریوں کے لئے میں وقت نہیں دے سکتا تو لعنت ہے مجھ پر - میں پریم سے اُن باتوں کو جن کو سچ سمجھتا ہوں اور جو انبھو میں آئی ہوئی ہیں لکھ رہا ہوں - بالکل نشکام بھاؤ سے - اس دفعہ میں بیاس گیا - مہاراج جی سے ملا - دل نہیں چاہتا تھا کہ یہ کام کر دوں - اُن سے عرض کی - مہاراج رادھا سوامی مت نے تو ہمّت سے آزاد کر دیا - اب سُکھی ہوں - اور آپ کے پنتھ کے گُن گاتا ہوں - داتا دیال نے ست سنگ کرانے کا کام دیا تھا - اس میں تکالیف ہیں - آپ نے فرمایا - گورو آگیاّ مقدمّ - کام کرتے رہو - اِسی لئے کام کرتا ہوں - اگر تمہارے تو ہمّات چلے جائیں - سُکھی ہو جاؤ - نِردوند ہو جاؤ - تو میں سمجھوں گا کہ میں نے کام کر دیا -

میری تحریر کو بغور پڑھو - جس میں میں نے ذاتی تجربات درج کئے ہیں - اِن کو سمجھو - اس کال روپی سنسار سے جو در اصل ہمارے آواگون یا جنم مرن کا موجب ہے - بچاؤ کا صرف ایک ہی علاج رادھا سوامی نام کا گانا ہے جس کا مطلب اپنی توجہ کو اپنی ذات یا مالکِ کُل سے لگانا ہے - دوسرے الفاظ میں اپنے خیال میں اپنے اندر اُس اکال پرش کا اِشٹ دھارن کرو جو وِشے وِکار سے رہت اور من بُدھی سے پرے ہے -

ممکن ہے تم سوال کرو - کہ مرنے کے بعد ہم کہاں جائیں گے - اُس کا جواب سُنو - جیسی آسا ویسا باسا - جیسی متی ویسی گتی - اس لئے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مالکِ کُل یا اکال پُرش کا اِشٹ دھارن کرتے ہوئے جو تین گُنوں سے نیارا ہے - اس سے اپنے انتر میں پریم کرو - سچّے پریمی جنوں کی سنگت رکھو - مرنے کے سمے خود بخود تمہاری توجّہ یا ہستی اپنے خیال کے مطابق وہاں جائیگی جو

جو اس کا اِشٹ ہے۔ پھر تمہارے لئے دوسرا جنم نہ ہو گا۔ نہ ہو گا۔ نہ ہو گا۔
اب تک جو کچھ میں نے تحریر کیا وہ میرا ذاتی انبھو یا اپنے خیالات یا پنتھ کے اصولوں کے مطابق ہے۔ ممکن ہے تمہارا مطلب جو وہ سائنس کے اصولوں پر اور زیادہ روشنی اس مسئلہ پہ ڈلوانے کا ہو۔ کیونکہ تم نے مکمل طور پہ اس مسئلہ پر لکھنے کی درخواست کی ہے کہ میں وضاحت سے اپنا خیال ظاہر کروں۔

بھگوان سنگھ جہاں تک ہمارا ظاہری علم یا واقفیت ہے۔ تمہاری پیدائش تمہارے باپ کے بیرج سے ہوئی ہے۔ اس بیرج کے اندر تم ایک چھوٹے سے کیڑے تھے۔ اور وہی کیڑا ماں کے پیٹ میں بڑھتا ہوا بچہ کی شکل میں نمودار ہوا۔ اُس حالت میں نہ تمہیں کوئی فکر تھی نہ چنتا نہ کوئی اور خیال۔ نہ خیال خدا تھا نہ فکر عبادت۔ اگر کوئی یادداشت ہو تو بتاؤ۔ ہرگز نہیں۔ یاد کیسے ہو وہاں من نہیں تھا۔ صرف زندگی تھی۔ اب اُس زندگی کی اصلیت پر غور کرو۔ کہ وہ کیسے بنی تھی۔ وہ بیرج باپ کے خون سے بنا تھا۔ اور خون اس خوراک سے جو اس نے کھائی تھی۔ وہ خوراک زمین سے پیدا ہوئی تھی۔ اور اس کی پیدائش میں سورج اور دیگر سیاروں کے اثرات شامل تھے جو کرنوں کے ذریعہ زمین پر پڑتے رہتے تھے۔ اور اُن کرنوں میں نور تھا۔ روشنی تھی۔ حرارت تھی۔ جو اوپر کے کرّوں یا لوکوں سے اس زمین پر آئی تھی۔ اس سے ثابت ہوا کہ تمہاری زندگی اُن کرنوں کا مجموعہ ہے۔ چونکہ روشنی مرکب شئے ہے۔ اس لئے تم دراصل کوئی ایسی ہستی ہو جو روشنی یا نور سے بھی علیحدہ ہو۔ کیونکہ روشنی مرکب ہونے کی وجہ سے تبدیلی کے قانون کے زیر اثر ہے۔ اور جب تمہارا نور اُس کثیف مادہ سے ملتا ہے تو خیالات یا من پیدا ہونے لگتے ہیں۔ غرضیکہ یہ تمہارا خیال۔ وچار۔ ترنگ سب کی سب اُس وقت تک ہے جب تک تمہارا نور روپ اس کثیف مادی جسم سے تعلق قائم کئے ہوئے

ہے جب یہ نکل جائے گا تو خیال وغیرہ یا سنکلپ وکلپ سب کے سب بند ہو جائینگے۔ خیالات پہلے بھی نہیں تھے۔ پھر کبھی نہ رہیں گے۔ کیونکہ تخیل۔ وچار۔ غور و فکر سب تمہارے نور روپ کا اس مادہ روپی شریر سے میل کا نتیجہ ہے۔ یہی سبب ہے کہ ابھیاس کی حالت میں جب توجہ دماغ کے اندر نور روپ میں آتی ہے۔ یا سنتوں کی اصطلاح میں ترکٹی میں جاتی ہے۔ خیالات بند ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے مرنے کے بعد یوں بھی بند ہو جاتا ہے۔ اب بند ہوئے تو یا مرنے کے بعد۔ چونکہ روشنی یا آگ یا حرارت آکاش سے پیدا ہوتی ہے۔ اور آکاش کا گن شبد ہوتا ہے۔ اس لئے تو شبد سے بھی اونچا ہے۔ یہاں تو سے مراد ذات سے ہے۔ یہ پانچ عناصر جن کے میل سے رچنا مانی ہے۔ کثیف بھی ہیں۔ لطیف بھی اور کارن بھی۔ سنتوں نے سمجھانے بجھانے کے لئے کثیف عناصر کے طبقہ کو مایا دیش۔ لطیف عناصر کے طبقہ کو کال دیش یا برہم دیش اور کارن عناصر کے طبقہ کو چیتن دیش کہا ہے۔ دراصل یہ تمام عناصر کا ہی کھیل ہے صرف الفاظ کا پھیر ہے۔ دکھ سکھ یا جنم مرن وغیرہ کا احساس صرف جسم کی وجہ سے ہوتا ہے تو پریم کو دل میں جگہ دے اور پریم بھی صرف اکال پرش یا رادھا سوامی دیال سے جو انامی پرش سے لے کر نیچے کے طبقات تک تمام رچنا کا آدھار ہے اور وہ تیرا اپنا آپا یا تیرا اپنا روپ ہے۔ جتنا تو اس کا خیال۔ یاد یا سمرن کرے گا اتنا ہی تیرا تعلق یا بندھن اس کثیف۔ لطیف اور کارن مادہ سے کم ہو جاوے گا۔ شریر کے چھوٹنے پر تو کہاں جائے گا اکال پرش میں۔ رادھا سوامی دھام میں۔ ذات میں۔

میں اپنے اس خیال کی اور وضاحت کر دیتا ہوں۔ تمہارے نور روپی شریر میں ٹھہرنے سے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ سنکلپ بند ہو جائینگے۔ پھر نا بند ہو جائینگی۔ یہ نور روپی شریر Radiation (لطیف طاقت) رکھتا ہے۔ اور

اُس کا رجحان نیچے کی طرف یا پھیلاؤ کی طرف ہوتا ہے۔ اس کا رُخ بدل کر یا اُلٹا کر اپنی ذات کی طرف متوجّہ ہونے سے Radiation یا لطیف طاقت اِکٹھی ہو جاتی ہے۔ اور پھر انسانی ہستی میں آنند اور مہان آنند کا انبھو یا احساس ہوتا ہے جس کو خود مستی کی حالت بھی کہتے ہیں۔ اگر نور یا روشنی نظر نہ بھی آئے تو بھی خود مستی یا دسویں دوار کی حالت پیدا ہو سکتی ہے۔ مگر اُس کو حاصل کرنے کیلئے زبردست عشق کی ضرورت ہے۔ اُس کے آگے بغیر شبد گورو کے گذارہ نہیں ہے کوئی انسان اپنی ذات یا نج رو پتا یا اصلی وحدانیت کا انبھو بغیر شبد کے نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ سنتوں کے مارگ میں شبد کی مہما ہے۔

شبد گورو کو کیجئے بہتک گورو لبار
اپنے اپنے سواد کو ٹھور ٹھور بٹ مار
کبیر صاحب

اس شبد کو پرگٹ کرنے یا شبد گورو سے ملاپ کے کئی طریقے ہیں۔ اگر وشے وکار کا جیون گذارنے کی وجہ سے جسمانی صحت میں خرابی ہے اور کتابوں کی تحریر کے مطابق ابھیاس زیادہ جسمانی بوجھ لے کر ٹھیک نہیں ہو سکتا یا ابھیاس نہیں کر سکتا اور نور روپ یا تجلیات پیدا نہیں ہوتیں۔ تو اُس کو چاہیئے کہ اپنے ہی خیالات کے مطابق اپنے انتر میں سچا بننے کی کوشش کرے۔ تم صرف اس بات کو مانو۔ جس کو تمہارا دل قبول کرتا ہے۔ مگر دوسروں کا نہ کھنڈن کرو۔ نہ کسی سے نفرت کرو۔ جیوں جیوں تم سچے بنو گے۔ تمہارا من نرمل ہو جائے گا۔ اور نرملتا کی وجہ سے کہ خود بخود انتر میں شبد پرگٹ ہوگا۔ سنتوں کے مارگ میں پریم اور سچائی پر زور دیا گیا ہے۔ تم کتابوں میں لکھی باتوں پر نہ جاؤ۔ وہ کسی غرض اور مقصد سے لکھی جاتی ہیں۔
میوں اس تحریر سے بھی شاید تمہاری تسلّی نہ ہو اور تم یہ جاننے کے

خواہشمند ہو کہ آیا سچ مچ آواگون ہوتا ہے یا نہیں۔ میں کہوں گا۔ ہاں ہوتا ہے مگر اس آواگون سے کوئی دُکھ نہیں ہوتا۔ جنم مرن قدرتی ہے۔ یہ کرتی کا کھیل ہے۔ جس جس قسم کی وجودی پرکرتی جسمانی۔ دلی اور روحانی جس انسان کی ہوگی ویسے ویسے جسمانی۔ دلی اور روحانی احساسات پیدا ہوتے رہینگے اس وہم میں پڑنے سے کیا فائدہ۔ مگر انسان کی عقل مجبور کرتی ہے کہ وہ سوال اٹھائے۔ اس معاملہ میں وہ لاچار ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ پھر تدبیر سے کیا فائدہ؟ اس کا جواب یہ ہے۔ تدبیر انسان اُس کی تقدیر ہے۔

ست پُرش گورو نانک دیو نے بھی اپنا انبھو یوں بیان کیا ہے۔

کرے کراوے آپے آپ

نہیں کچھ مانُش کے ہاتھ

تم شاید یہاں بھی نہ ٹھہرو۔ اور بال کی کھال نکالنا چاہتے ہو۔ اسلیے میں اپنے تجربہ کی بنا پہ کہتا ہوں۔ کہ سوکشم شریر کے اندر جس جس قسم کی خواہشیں یا باسنائیں ہوتی ہیں۔ مرنے کے بعد وہ لطیف جسم نور روپ *Radiation* کی شکل میں اپنی خواہشات یا *Magnetism* یا کشش کے اصول کے موافق وہاں جائیگی یا کھچیگی جس سے اُس کا پیار ہے یا خواہش ہے یا کشش کا مرکز ہے۔ میں نے ان باتوں کا تجربہ کیا ہے۔ مضمون بہت دقیق ہے۔ لطیف ہے۔ اور کاغذ پر جوں کا توں قلمبند کرنا مشکل۔ اگر موجودہ سائنٹفک طریقے سے مزید واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہو تو پڑھو میرا مضمون جو بعنوان مہرشی جی کا جواب ٹھیک ہے۔ رسالہ ہماری دنیا، ماہ دسمبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔

چونکہ تمہارا کتابی علم زیادہ ہے۔ اس لیے ممکن ہے تم سوال کرو کہ ویدانتی جو برہم کے خیال کو پختہ کرتے ہیں کیا وہ اس اوستھا کو پراپت

کر سکتے ہیں۔ میرا جواب یہ ہے کہ سچا و یدانت خیال یا سنکلپ سے اونچا ہے جس طرح بھگتی مارگ والے خیال سے بھگتی کرتے ہیں۔ اسی طرح ویدانتی بھی جو خیال سے برہمہ بنتے ہیں دونوں برابر ہیں۔ مگر انجام دونوں کا خاموشی سنکلپ ہے چونکہ یہ رہنی اور عمل کا مضمون ہے۔ اس لیے ان باتوں پر دلیل بازی کرنا نادانی ہے اور من کا انتشار بڑھاتا ہے۔

میں نے ہر پہلو سے سچائی کے ساتھ اس مضمون کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ لہٰذا اب میں اپنی تحریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ آواگون کے متعلق نہیں نوٹ جات میں جو خیالات ظاہر کئے گئے ہیں سب عقلی اور انجھوی طریقے کا اظہار ہیں۔ ورنہ جب انسان انجھو کی حالت میں سچا ہو کر آتا ہے تو یہ صدا دیتا ہے:۔

اُت تے کوئی نہ آیا جا سے پوچھوں جائے
اِت تے سب کوئی جات ہیں بھار لدائے لدائے

داتا دیال مہرشی شیو برت لال جی مہاراج نے بھی نیّر اعظم میں ایک جگہ ایسا ہی لکھا ہے شعر یاد نہیں

کیا خبر آگے کیا ہوتا ہے

اور رادھا سوامی دیال نے بھی سب کچھ کہتے کہتے آخر میں فرمایا ہے۔

اور سب چپ ہوئے میں بھی چپ ہوا۔ اب رہ گیا تمہارا سوال سنت یا ست گورو کی دیا کے متعلق۔ اُن کی دیا کا ایک انگ تو تم نے سمجھ لیا۔ کہ وہ مختلف طریقے سے راز کو سمجھا کر اطمینان قلب کی صورت پیدا کر دیتے ہیں۔ یا جس پرکرتی یا جس قسم کے حالات اور خیالات والا انسان اُن کے روبرو جاتا ہے۔ وہ اُس کے انہیں خیالات کو تقویت دیکر

اس کی حاجت روائی کرتے ہیں۔

ستگورو ملے انیک پھل۔ سنت ملے پھل چار۔

رہا پھونک مارنے یا کرامات دکھانے کا سوال سُنو۔ قوتِ خیال ایک زبردست طاقت ہے۔ ہپنوٹزم کا عامل محض اپنے خیال کی طاقت سے دوسرے انسان پر نیند کی حالت طاری کر دیتا ہے اسی طرح اگر کوئی انسان خواب کی حالت میں جو کہ خیال کا ہی کھیل ہے۔ کسی عورت سے پریم کرے تو اُس کا بیرج خارج ہو جاتا ہے۔ کھٹائی کا نام لینے یا خیال دلانے سے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ یہ ثبوت ہیں کہ خیال میں کتنی زبردست طاقت ہے۔ لوگ خیال کو محض ایک معمولی اور بے اثر چیز سمجھتے ہیں۔ اسی طرح مضبوط قوتِ ارادی کا انسان اگر چاہے کہ مجھ پر ہپنوٹزم کا عمل اثر نہ ڈالے تو نہیں ڈالتا۔ یا جس انسان کا دل صاف ہے اگر خواب میں اُس کو عورت دکھائی بھی دے جائے تو وہ ماں یا بہن کے خیال یا جذبہ کی وجہ سے اُس سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس لئے سنت یا گورو کے بچن یا اُن کے روحانی اعجازات سے وہی انسان متاثر ہوتے ہیں جن میں وشواس ہوتا ہے۔ عقلی دنیا کے آدمیوں کو سمجھ بوجھ کے ساتھ اور رفع شکوک کے بعد یکسوئی سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر قدرت نے یا موج نے مجھ کو یہ طاقت بخشی ہے۔ تو میں سچے دل سے خواہش کرتا ہوں کہ تُو اسی زندگی میں خوشحالی و فارغ البالی یا سُکھ اور شانتی کو حاصل کرے۔ اور سچی اور دلی بھگتی و گیان سے ستگورو ست پُرش رادھاسوامی دیال کی دیا پراپت ہو۔ صبح ۵ اور ۷ بجے کے درمیان ابھیاس کیا کرو۔ میں بھی بیٹھتا ہوں۔ ہم دونوں بھائی

ہیں پریم کی وجہ سے اور Television کے اصول سے خود بخود ایک level پر آ جائیں گے۔

جو گورو بیس نیا رسی شش سمندر تیر
ایک پلک بچھڑے نہیں جوگن ہوئے شریر
کاہے دکھ پاوے گھبراوے بھگوان
بات میری تو چیت سے مان
سچا بن کر چیت سے بھائی
کیا کر ستگورو کا دھیان
یہ سچائی کام آئیگی بھائی
اور کریگی تیرا کلیان
سچے پرش کو روش نہ لاگے
کیٹی جن ہو ویں حیران
وہ ست گورو رکشک داتا سب کا
رہیں گے تم پر مہربان
بندھن ۔ مکتی بھگتی کے آگے
ٹھہریں نہیں سن بھگوان
یہ بھگتی پرتھا داتا سے مانگے
دے گئے تھے وہ بردان
مست ہوں اب مست ہوں میں
مستی بن گئی ہے میری شان
کام کروں اب نشکام بن میں
صبح شام ہوتا ہوں انتردھیان
تم بھی یہ کرنی کماؤ بھائی
ہو گا بھگوان تمہارا کلیان

فقیر

عام طور پر ست سنگیوں یا گورومت میں یہ خیال یا وشواش پایا جاتا ہے کہ انت سمے ست گورو آتا ہے اور ست سنگی کو لے جاتا ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے مگر لوگ راز سے ناواقف ہیں۔ سنو۔ ست گورو کے کئی روپ ہیں۔ اوّل۔ سارا ابنھو کے بعد جو سچی بھگتی کا احساس انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے اگر وہ زندگی میں ہی حاصل ہو جائے تو چونکہ وہ پرش ودیہہ مکت ہوتا ہے۔ اور یہ گتی انت سمے پر امداد کرتی ہے۔ اور وہ خود مالک کا یا ذات کا روپ ہو جاتا ہے۔

دوم۔ شبد سروپ ستگورو۔ جس کو زندگی میں پراپت ہو جاتا ہے۔ وہ انت سمے میں اُس کو ذات میں واصل کرا کر فردیت کو مٹا کر کلیت دلاتا ہے۔

سوم۔ نور رُوپ ست گورو۔ چونکہ انسان نے اُس نوری رُوپ میں اُس اکال پُرش کا یا ذات کا وشواش کیا ہوا ہوتا ہے۔ اس لئے اُس کے وشواش۔ خیال یا آسا کے موافق اُس کو ذات میں واصل کراتا ہے۔

چہارم۔ مانسک یا خیالی ستگورو کا روپ۔ اگر وشواس سچا ہے۔ اور اس روپ میں اُس نے ذات یا مالک کو پاتا ہوا ہے تو قوتِ خیال کے اصول پر وہ رُوپ بھی اُس کو اوپر لے جائے گا۔
ہاں جن شخصوں نے گورو کو انسان سمجھا۔ وہ اس حالت کو نہ پائیں گے اور جن کی باسنا ابھی سنسار میں ہے اُن کی حالت کا تم خود اندازہ لگا لو۔

ہاں اگر کسی نے انسان سے بھی سچا پریم کیا ہے۔ تو وہ وہاں جائیگا جہاں وہ انسان ہوگا۔ اِس لئے میں تو یہ کہوں گا کہ گورو ائی کرنیوالے اگر اپنی رہنی کو بہتر بنائیں۔ تو اگیانی اور اندھ وشواسی جیوؤں کا جو سار بات کو سمجھنے کے نا قابل ہیں اور شردھا کے ساتھ اُن سے پریم کرتے ہیں۔ اُن کا اکاج نہ ہو۔
بھگوان سنگھ۔ ستگورو ایک ہوتا ہے۔ اور وہ سار گیان کا روپ ہے۔ باہری پورے مُرشد کامل یا سچے انسان کی صحبت سے اور ابھیاس سے انسان کے اپنے اندر پرگٹ ہوتا ہے۔ شبد اُس کا

کارن روپ ہے۔ نور اس کا سوکشم شریر ہے۔ اور باہری سچا مہاتما یا سادھو یا سنت اس کا ستھول شریر ہے۔

ست پرش کی آرسی سنتن ہی کی دیہہ
لکھا جو چاہے الکھ کو ان ہی میں لکھ لے

میں نے اپنی دانست میں آواگون کے مضمون پہ کوئی بات باقی نہیں چھوڑی۔ اور اب اس تحریر کو بند کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک لفظوں کے ذریعہ سمجھایا جاسکتا ہے۔ سمجھا دیا۔ اگر صحیح معنی میں تسکین قلب کی ضرورت ہے تو وہ بخ انبھو سے ہوگی اور انبھو پراپت کرنے کے لئے ستگورو (ذات یا مالکِ کل) کو آئیڈیل بنا کر اور مرشد کامل سے ہدایت لے کر کرنی کی ضرورت ہے۔ بنا کرنی یا ابھیاس کے اس مسئلہ پر عبور حاصل کرنا دشوار کام ہے۔ بلکہ کہونگا کہ اس وہم سے چھٹکارا محال ہے۔ آخر میں ایک سوال اور دل میں گذرتا ہے۔ اس کی بابت بھی روشنی ڈالے دیتا ہوں۔ ممکن ہے تم یا کوئی اور پڑھنے والا سوال کرے کہ وہ سنت۔ مہاتما یا فقیر کیسے ہوتے ہیں۔ جن کی صحبت یا درشن سے انسان کو اس الکھ پرش یا ذات کا وصال نصیب ہوتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ عام آدمی ان کی پہچان کر سکے۔ مشکل بات ہے۔ اگر کوئی شوقین کسی حد تک ان کی پہچان کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ کچھ دنوں ان کے ساتھ رہ کر ان کی پرائیویٹ زندگی کا مطالعہ کرے۔ تاہم سچے سنت یا فقیر کے متعلق جو کچھ مجھے معلوم ہے۔ تحریر کر دیتا ہوں۔

اوّل - اُن کے دل میں کسی بنی نوع انسان یا حیوان یا کسی خیال یا شے سے نفرت نہیں ہوتی -
دوم - وہ خدا ایشور - برہما وغیرہ کے غلام نہیں ہوتے - وہ صرف ذاتِ حق پر جو انسان سے علیحدہ نہیں ہے اعتماد یا یقین رکھتے ہیں خود ضبطی - خود شناسی - خود کنٹرول اور سچّی خودداری اُن کی خصوصیت ہوتی ہے -
سوم - نہ کسی کو اپنا حاکم نہ کسی کو محکوم سمجھتے ہیں -
چہارم - بے خوفی اُن کی شان ہوتی ہے مگر ادب کے پہلو کو کبھی نہیں چھوڑتے -
پنجم - ذاتی غرض سے بالاتر رہتے ہیں - راضی بہ رضا کے عامل ہوتے ہیں -
ششم - سرل سوبھاؤ ہوتے ہیں - اپنے سوارتھ کے لئے کسی سے چالاکی کا بیوہار نہیں کرتے -
ہفتم - کسی پنتھ - سمپردا - مذہب یا سوسائٹی کا پکش نہیں رکھتے بلکہ سب کی عزت اور مان بڑائی کا خیال رکھتے ہیں -
ہشتم - اپنی روزی خود کماتے ہیں کسی کی خیرات یا چڑھاوے وغیرہ کا سہارا نہیں لیتے -
نہم - اُن کی آنکھیں روشن اور سمتا کی حالت میں - پیشانی کشادہ ہوتی ہے - اُن کا سچّا مذہب مذہب الانسانیت ہوتا ہے - سچّے ہمدرد ہوتے ہیں - نکتہ چیں یا عیب بیں نہیں ہوتے - کسی کی پردہ فاشی نہیں کرتے -
دہم - جس خیال کا انسان اُن کے دربار میں جاتا ہے - اُسی کے خیال سے متفق رہ کر آہستہ آہستہ اُس کی نظر کو اونچا کر دیتے ہیں - بے جا کھنڈن منڈن سے احتراز رہتا ہے -

یہ اشارے ایسے مہاتما کے متعلق ہیں جو انسان کامل ہوتے ہیں۔ باقی مہاتماؤں کے خیالات میں فرق رہتا ہے۔ اس لئے کہ کوئی ہنس گتی میں ہوتا ہے کوئی سادھ کوئی سادھ گورو۔ کوئی اودھوت۔ انسان کامل بننے کے لئے سوائے شبد یوگ کی کمائی کے اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔

اگر خوش قسمتی سے کسی سچے مہاتما یا سنت یا فقیر کی صحبت انسان کو مل جائے۔ اور ان کے تلقین کردہ طریقے پر یکسوئی کا عامل ہو جائے تو اُس کی زندگی انتہائی خوشگوار۔ توہمات سے آزاد ہو جاتی (بے خوفی)۔ بے غمی اور بے فکری کی بن جاتی ہے۔ سچے سنت یا فقیر کی اصلی تعلیم صرف نام ہے جس کا مطلب ہے یکسوئی دل اور یکسوئی روح۔ یکسوئی دل سمرن دھیان اور یکسوئی روح صرف انہد شبد سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یکسوئی روح بغیر شبد ابھیاس کے نہ ہو گی۔ نہ ہو گی۔ نہ ہو گی۔ ہاں یکسوئی دل کے ہزارہا طریقے رائج ہیں۔ اور جب تک یکسوئی دل و روح حاصل نہ ہو گی انسان میں سار گیان یا انبھو پیدا نہ ہو گا۔

یکسوئی روح حاصل کرنے کے لئے اور شبد ابھیاس کے لئے من کی نرملتا کی ضرورت ہے۔ اور من کو نرمل بنانے کے لئے جہاں پریم یا عشق کی ضرورت ہے۔ وہاں اپنے انتر میں سچا بننے کی ضرورت ہے۔ یہ میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے مجھے اس پریم سے جو میرے انتر میں تھا اتنی کامیابی نہیں ہوئی جتنی By being true to my self کے اصول سے ہوئی۔ اس لئے اسے بھائی میری ذاتی رائے یہ ہے کہ تو اپنے انتر میں سچا بیوہار کر۔ اپنے آپ کو دھوکا مت دے جس بات کا تم کو انبھو نہیں۔ یقین نہیں اُس کو مت مان صرف اُس مارگ کو گرہن کر جو تیری اندرونی ضمیر کہتی ہے۔ سب کی سنو۔

۷۵۲۵ م

گرو وہ جو دل کہے ۔ مگر دل کو سچا رکھو ۔ پھر تمہارا اپنا آپ جو سچا مرشد ہے خود بخود حقیقت ۔ شانتی ۔ سکون اور بے خوفی کی طرف لے جائے گا۔
آپ آپ کو آپ پہچانو کہا اور کا نیک نہ مانو
رادھا سوامی دیال

تم سوال کرو یا کوئی اور پڑھنے والا دریافت کرے کہ جب اصل بات یہ ہے کہ جو کچھ ہے اپنے اندر ہے یا اپنا آپا یا ذات ہے تو باہری گورو اِزم کی کیا ضرورت ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے ۔

باہری مرشد کامل کی دیا سے یہ راز ملا
رادھا سوامی ۔ نانک ۔ کبیر اور پلٹو
یہ بات سمجھ میں نہ آئی بھگوان بہت بھٹکا
اس عقدہ کو کھلانے کیلئے داتا نے تھا کام دیا
اس لئے بندی چھوڑ ہی میرے لئے سنتوں کا مارگ
دیہہ مکتی بندھن کے گئے ٹوٹے بھرم تلے
یہ دعا ہے میری پھیلے سنتوں کا مارگ جگ میں
تم تو ایک فقط آواگون سے چاہتے ہو مخلصی
ملکی ہوں سوشل ۔ جسمانی یا روحانی
آزادی کی تمنائیں کیسے سب بھر پور ہیں پھنسے
موج بہار خاموشی ہے چپ بیٹھا ہوں کونے میں
اک آئیگا مردِ فقیر جہاں میں اے بھائی
کبیر ۔ نانک اور پلٹو کی تعلیم ہے موجود

جس کو ڈھونڈتا تھا در اصل وہ آپا تھا
سب نے یہی کہا سب کا یہی تھا مدعا
بھٹک بھٹک کر عقدہ یہ ہے میرا کھلا
شش گورو کے راز سے اب میں واقف ہوا
بلہارہے سنتن کے جن کی دیا سے بھرم گیا
آزاد ہوا ۔ آزاد ہوا ۔ ہاں آزاد ہوا
آزاد ہو دنیا چھوٹے گوروؤں سے اترے غلامی کا جوا
میں نے سمجھا ہے سنتوں کے مارگ کو آزادی صلا
سنتوں کی دیا سے چھٹکارا احساس سے ہوا
کس سے کہوں راز نہیں فقیر کی کوئی سنتا
وقت آنے پر دنیا دیکھ لیگی سنتوں کا مفہوم کیا تھا
ڈنکا بجیگا فقیر دل کا دیتا ہوں بتا
کام کرتی ہے کہیں کہیں کہیں اور ہر جا

یہ سچ ہے کہ سب کچھ اپنا آپا ہے ۔ لیکن مرشدِ کامل کے ست سنگ کے بغیر یہ پتہ کس سے ملا ۔ اس لئے جو آدمی تھوڑا بہت انبھو حاصل کر کے

باہری ست سنگ یا سنتوں کی تعلیم کے سلسلے کا کھنڈن کرتا ہے۔
وہ کرتگھن ہے من مت ہے۔

کامی ترے کرودھی ترے لوبھی ترے اننت
ایک کرتگھن نا ترے کہہ گئے کبیر سنت

اظہار خیال

اپنی ہستی کا احساس جب تلک ہے مجھے
جانتا ہوں کہ کوئی میرا آدھار ہے

کھنچتا رہتا ہوں نت اس کی طرف میں
کیا ہے وہ کیا نہیں بدھی اظہار سے لاچار ہے

لوہے کو چمبک کھینچتا ہے لوہا نہیں جانتا
میری بھی وہی دشا ہے جسکا مجھے اقرار ہے

اے فقیر تو بھی لوہے کے آدھا چمبک کھنچے چل
اس کھنچنے میں بھی مزہ ہے اور لطف بہار ہے

بچپن سے تیری تلاش تھی کیوں قدرتی تھا کھیل
جانتا ہوں مگر وہ علم ناقابل اظہار ہے

جذبہ کشش بڑھا تو تو بشکل مرشد آیا
کھنچا اُس کی طرف یہ کھچاوٹ دل کا پیار ہے

لوگ کہتے ہیں کہ یہ دل ہی اپنا معبود ہے
عقلی نقطہ سے سچ مگر مجھے اس سے انکار ہے

میری ہستی جب باہوش تھی تو کیا تھا میں
کھوجا اُس کو تو سمجھ میں آیا کہ میرا کوئی آدھار ہے

اس لئے

اے میرے آدھار میری ہستی کے سہارے بات سن
جو کچھ کہ میں کرتا ہوں میرا نہیں ایسا وچار ہے

تم سے نکلا تم نے کرایا جو میں نے کیا
اب بھی کرتا ہوں وہی جو رضائے یار ہے

حالت تسکین یا گھبراہٹ آئیں بار بار
ٹھہرا اور پھر بڑھا کیا عجب یہ رفتار ہے

اس لئے ہستی کے ساتھ ہے یہ مجبوری
کہ کھنچتا رہوں تیری طرف یہی اب کار ہے

اے میرے آدھار مالک ستگورو داتا دیال اس رچنا یا کائنات کے

سلسلہ میں ایک ہستی بھگوان سنگھ نے آواگون کے متعلق سوال کیا۔ اس فقیر روپی لوہے نے جو انبھو کیا لکھدیا۔

نہ یہ دعویٰ ہے کہ جو لکھا وہ ست ہے — اور نہ ہی خوف ہے کہ یہ است ہے
منزلوں سے گذرا اے چمبک رُوپی داتا — تجربہ اپنی زندگی کا یہ فقط ہے
اگر کچھ اور ہے تو اس کا بھی انبھو ہو جائے — گر کچھ اور نہیں تو فقیر پریم میں مست ہے
جب تلک ہیں احساساتِ جسمانی دلی رُوحانی — کھچتا رہوں تیری طرف یہ حالت ہست ہے
جب تینوں نہیں تو پھر کیا ہے اے ذات میری — نہ لو ہے نہ ہیں یہ ازل کی حالت ہے

(دیال) فقیر۔

کتب - شانتی سروپ سکسینہ اٹاوی

R.S.

دیال پنڈت فقیر چند جی مہاراج کی کچھ اور تصانیف

نمبر	نام کتاب	قیمت
۱	انسان بنو	
۲	ظہور الانوار	
۳	تجلیات نو	
۴	Truth by a True Faqir.	
۵	Real Independence.	
۶	"روشن بتی" (ہندی)	
۷	"منشیہ بنو" (ہندی)	

ملنے کا پتہ

۱۔ منشی لال گوکل گورنمنٹ کنٹریکٹر
دیال کٹیا آنند - پیچ جانا جی علیگڑھ

۲۔ شری دیبی چرن نبیل مختار
بیکراج نگر - علی گڑھ

ف۳۶ ر ح   ۲۹۶۲ھ

رموز حیات   فقیر [illegible]

ھ۲ھ۶۲۱

DATE	NO.	DATE	NO.